عزہ خالد
بہار آگئی

عزہ خالد

بہار آگئی

وہ سوٹ کیس لیے باہر آئی تھی گوہر، جو گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا فوراً" اس کی طرف بڑھا تھا اور اس کے ہاتھ سے سامان لیا تھا۔ عینا نے تشکر بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا پر اس کے چہرے پر بے نیازی کے سوا کوئی تاثر نہیں تھا۔ اس نے سامان گاڑی میں رکھا تھا اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔ عینا نے گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے ایک نظر سامنے عالیشان عمارت پر ڈالی تھی اور طویل سانس بھرتے ہوئے فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔

ناول

اسے نہیں معلوم تھا کہ وجدان اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑا مشکور نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

گاڑی اسٹارٹ ہو گئی تھی۔ عینا نے بیگ سے موبائل نکال کر ٹائم دیکھا تھا رات کے نو بج رہے تھے۔ کراچی سے حیدر آباد جانے میں دو گھنٹے لگتے تھے۔

عینا کو سمجھ نہیں آرہی تھی گوہر آدھے گھنٹے میں کراچی کیسے پہنچ گیا۔۔۔ اس نے گوہر کی طرف دیکھا تھا وہ ارد گرد سے بے نیاز ڈرائیونگ میں مصروف تھا۔

"گوہر بھائی پہلے سے زیادہ سنجیدہ ہو گئے ہیں۔" اس نے گوہر کو دیکھتے ہوئے سوچا تھا۔ "یا شاید مجھ سے خفا ہیں۔۔۔"

اس کا دل چاہا گوہر سے پوچھے۔۔۔ پر اسے گوہر سے بات کرتے ہوئے ہچکچاہٹ ہو رہی تھی۔

جب ہم کسی اپنے سے کافی عرصے بعد ملتے ہیں تو اجنبیت کی ایک نادیدہ دیوار سی بن جاتی ہے ہمارے بیچ۔ جو بظاہر نظر نہیں آتی۔۔۔ پر ہوتی ہے۔

"دو پھپھو۔ حیا اور منال ٹھیک ہیں؟" بہت سوچنے کے بعد آخر کار اس نے خاموشی توڑتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہاں۔ سب ٹھیک ہیں۔" وہ اسٹیئرنگ پر ہاتھ جمائے سنجیدگی سے بولا تھا اس کی نظر سامنے سڑک پر تھی۔

"یہ گاڑی کس کی ہے؟"

"میری ہے۔"

"آپ کی۔۔۔" اسے خوش گوار حیرت ہوئی تھی۔

"آپ نے کب لی۔۔۔؟" اس نے اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھا تھا۔

"دو ماہ ہو گئے ہوں گے۔"

"دو ماہ۔۔۔ اور مجھے کسی نے بتایا بھی نہیں۔۔۔ آپ لوگوں نے ایک بار بھی میری خبر نہیں لی۔۔۔ آپ لوگوں نے مجھے بالکل ویسے ہی اپنی زندگیوں سے نکال دیا جیسے دودھ سے مکھی نکال کر پھینکتے ہیں۔" اس نے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

گوہر نے چونک کر اسے دیکھا تھا اور پھر اپنی نظریں ونڈ اسکرین پر ٹکا دی تھیں وہ ایک لفظ نہیں بولا تھا۔ وہ اپنی ناراضی اور غصے کا اظہار خاموش رہ کر کرتا تھا۔

عینا منتظر تھی کہ وہ کچھ بولے۔۔۔ اپنی صفائی میں کچھ کہے۔۔۔ اور نہیں تو کوئی بہانہ ہی کر دے۔ پر عینا کو شدید مایوسی ہوئی تھی۔ اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگالی تھی گوہر خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا گاڑی تیزی سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔

اسے اب اپنے فیصلے پر افسوس ہو رہا تھا۔ ایک بار پھر اس نے جلدی میں غلط فیصلہ کر لیا۔ پہلے شہناز آفندی کے ساتھ کراچی آنے کا فیصلہ غلط تھا اب شاید گوہر کے ساتھ واپس حیدر آباد جانے کا فیصلہ بھی غلط تھا۔

وہ ہونٹ کچلتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ پر اس کے

پاس حیدر آباد واپس جانے کے سوا کوئی اور چارہ بھی تو نہیں تھا۔ اس نے خود سے اپنی مجبوری بیان کی تھی اور طویل سانس لیتے ہوئے آنکھیں موندلی تھیں اور اپنی زندگی کی کتاب سے تھوڑے سے ورق پلٹے تھے اور ان ہی دنوں میں کھوگئی تھی۔ جہاں زندگی ہر لمحے مسکرایا کرتی تھی۔

☼ ☼ ☼

آج گھر کی صفائی حیا کے ذمے تھی۔ وہ اسی لیے دیر سے اٹھی تھی۔ وہ ناشتا کرنے کچن کی طرف جارہی تھی جب ہی منال گاؤن پر اسکارف لپیٹتی تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھ گئی تھی۔ ناشتے سے فارغ ہو کر اسے یاد

آیا تھا کہ آج روبی کی مہندی ہے لائٹ کا کوئی بھروسا نہیں تھا کسی بھی وقت جا سکتی تھی اور آنے کا بھی کوئی ٹائم ٹیبل نہیں تھا وہ اپنے کمرے میں آئی اور الماری کھول کر اپنا فیروزی سوٹ ڈھونڈنے لگی۔

"حیا! تم نے روبی کی مہندی کے لیے کپڑے استری کر لیے؟" حیا کمرے میں داخل ہوئی تو اس نے الماری میں منہ دیے دیے پوچھا تھا۔

"نہیں۔۔۔ ناشتے کے برتن دھو لوں۔۔۔ پھر کروں گی۔" حیا ابھی صحن دھو کر آئی تھی اور پنکھے کے نیچے بیٹھی پسینہ سکھا رہی تھی۔

"حیا۔ تم نے میرا فیروزی سوٹ دیکھا ہے۔۔۔؟" پوری الماری چھان مارنے کے بعد بھی آخر کار اسے اپنا مطلوبہ جوڑا نہیں ملا تو حیا سے پوچھا تھا۔ حیا کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر الماری سے منہ نکالتے ہوئے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"وہ۔" حیا بولتے بولتے چپ ہوئی تو عمنا نے الماری بند کی اور مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

"وہ کیا؟" عمنا نے بے چینی سے پوچھا تھا۔

"تمہارا وہ سوٹ منال کالج پہن کر چلی گئی ہے۔۔۔ آج پارٹی تھی نا اس کے کالج میں۔۔۔"

"کیا۔۔۔؟" عمنا غم و غصے سے چلائی تھی یہ اس کے لیے چھوٹا موٹا صدمہ نہیں تھا ایک تو اس کا نیا سوٹ پہن کر چلی گئی اور دوسرا اس سے پوچھنا تو دور رہا تنا تک گوارا نہیں کیا۔ عمنا ٹہل ٹہل کر اس کا انتظار کر رہی تھی۔

"وہ ایک بجے تک آئے گی تب تک ہم یوں ٹہل ٹہل کر اپنا دو تین کلو وزن گھٹا لو گی۔۔۔ بیٹھ کر بھی انتظار کیا جا سکتا ہے۔" حیا نے اسے مخلصانہ مشورے سے نوازا تھا۔

"تم نے بھی مجھے نہیں بتایا۔۔۔ وہ کتنے آرام سے میری آنکھوں کے سامنے میرا فیروزی سوٹ پہن کر نکل گئی۔" عمنا نے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"اس نے میری اتنی منتیں کی تھیں کہ میں نہ بتاؤں۔۔۔ وہ جتنی خاموشی سے سوٹ پہن کر جا رہی ہے اتنی ہی خاموشی سے واپس الماری میں رکھ دے گی۔۔۔"

"چھوڑوں گی نہیں اسے۔۔۔ آنے دو۔۔۔" عمنا کے خطرناک تیور بتا رہے تھے کہ آج پانی پت کی لڑائی دوبارہ چھڑ سکتی ہے۔

اللہ اللہ کر کے گھڑی نے ایک بجایا تھا۔ عمنا گیٹ کی طرف کان لگائے بیٹھی تھی۔ وین کی آواز سن کر وہ باہر آگئی تھی اور اوپر چھت پر جاتی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی تھی۔ گیٹ سے اندر آتی منال نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"سردیوں میں تو دھوپ سینکتے تھے تم گرمیوں میں بھی دھوپ سینک رہی ہو۔۔۔ سر میں موجود سارا بھوسا جل جائے گا۔"

عمنا نے قہر برساتی نظروں سے اسے دیکھا' گاؤن کے نیچے سے جھانکتے فیروزی ٹراؤزر پر نظر پڑتے ہی' وہ خطرناک تیور لیے اس کی طرف بڑھی تھی۔ منال کو فوراً" اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا سینڈل وہیں اتار کر اس نے اندر کی طرف دوڑ لگا دی تھی۔ عمنا نے اس کی سینڈل اٹھا کر اس کا نشانہ لیا تھا غصے میں نشانہ غلط ہو گیا تھا' سینڈل کمرے سے باہر آتی حیا کو لگی تھی اس اچانک افتاد پر حیا کے حلق سے دلدوز چیخ بر آمد ہوئی تھی۔

حیا کو جیسے ہی ہوش آیا تھا اس نے جھک کر سینڈل اٹھانی چاہی تھی۔ عمنا نے اس کا ارادہ بھانپتے ہی کسی محفوظ مقام کی تلاش میں نظر دوڑائی تھی اور کچھ نہ ملا تو اس کی پہنچ سے دور ہونے کے لیے گیٹ کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ اسی لمحے باہر سے آتے گوہر سے بری طرح ٹکرا گئی۔

"یہ کیا مصیبت ہے۔" گوہر نے اسے ایک طرف کرتے ہوئے ناگواری سے کہا تھا' اسی لمحے حیا کی پھینکی ہوئی سینڈل کسی بلٹ کی طرح گوہر کے بازو کے قریب سے ہوتی ہوئی دور جا گری تھی۔

حیا کے رکے ہوئے سانس بحال ہوئے تھے شکر تھا کہ سینڈل گوہر کو نہیں لگی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے... بچوں کی طرح اودھم مچائے رکھتی ہو سارا دن..." گوہر نے حیا اور عمنا کو باری باری گھورتے ہوئے کہا تھا۔ وہ دونوں شرمندگی سے سر جھکائے خاموش رہی تھیں۔ گوہر انہیں گھورنے کے بعد سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔

گوہر کا کمرا اوپر تھا وہ زیادہ تر اوپر کمرے میں ہی پایا جاتا تھا اسی لیے حیا' منال اور عمنا جی بھر کر شور وغل مچاتی تھیں۔ گوہر کے جانے کے بعد عمنا کو منال کا خیال آیا تھا۔

منال کی اچھی طرح خبر لینے کے بعد اس کا موڈ کچھ بہتر ہو گیا تھا پھر منال اور حیا کے ساتھ مل کر روبی کی مہندی کی تیاری کرنے لگی تھی۔ روبی ان کے محلے میں رہتی تھی حیا سے اس کی دوستی تھی جس کی وجہ سے اس نے ان تینوں کو شادی میں بلایا تھا۔ دو گھر چھوڑ کر روبی کا گھر تھا ان کے گھر پر لگے برقی قمقموں نے پورا محلہ روشن کر دیا تھا۔

"بے گانی شادی میں عبداللہ دیوانہ بننے کی کوشش مت کرنا... تھوڑی دعا سلام تھی اس لیے موت میں اس نے بلالیا ہے۔" حیا نے منال کی تیاری دیکھتے ہوئے ٹوکا تھا۔

"اب بلایا ہے تو تیار تو ہو کر جائیں گے نا..." عمنا نے مہارت سے منال کی آنکھوں پر آئی لائز لگاتے ہوئے کہا تھا۔

"جلدی تیار ہو جاؤ... تم لوگ تو تیار ہونے میں ہی بارہ بجا دو گی۔" حیا کی تیاری مکمل ہوئی تو اس نے شور مچانا شروع کر دیا تھا۔ منال اور عمنا نے بھی جلدی تیاری مکمل کی اور حیا کے ساتھ روبی کے گھر کی طرف چل پڑیں۔

مہندی کا فنکشن رات دو تین بجے تک چلنا تھا وہ تینوں بارہ بجے ہی واپس آگئی تھیں۔ گوہر کو پتا چلا تو وہ بہت خفا ہوا تھا اس نے شادی میں جانے سے منع کر دیا تھا۔ اسے شادی میں جانے پر اعتراض نہیں تھا بلکہ اتنی دیر سے آنے پر اعتراض تھی۔ وہ تینوں منہ بسور کر رہ گئی تھیں۔

منال کو کچھ زیادہ ہی نہ جانے کا غم ستا رہا تھا۔

"ویسے سچ بتاؤں تو مجھے مہندی میں ذرا مزا نہیں آیا تھا بس روبی کے ایک ہی کزن "چٹیاں کلایاں" پر ڈانس کر کر کے پاگل ہو رہی تھی حالانکہ جیسی اس کی صحت تھی اس حساب سے اسے "چٹیاں کلایاں" کے بجائے "سوکھیاں کلایاں" پر ڈانس کرنا چاہیے تھا۔"

عمنا کے تبصرے پر وہ دونوں ہنس پڑی تھیں۔

☆ ☆ ☆

مکھڑے پہ سہرا ڈالے
آجا' او آنے والے
چاند سی عمنا میری
تیرے حوالے

عمنا وانپر لیے صحن میں مصروف ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی سریلی آواز کا جادو بھی جگا رہی تھی۔ حیا' جو فجر کی نماز کے بعد سوئی تھی اس کی آنکھ کھلی تو وہ اٹھ کر باہر آگئی تھی۔ واش بیسن پر منہ دھونے کے بعد اس نے عمنا کو دیکھا تھا' جو بڑا دل لگا کر صحن صاف کرنے کے ساتھ ساتھ گانے میں "بنو" کی جگہ عمنا کا استعمال کر رہی تھی۔

حیا کو یہ اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگی تھی کہ گوہر بھائی جا چکے ہیں ورنہ گوہر کی موجودگی میں گانا اور وہ بھی اس قسم کا گانا ہرگز نہیں گا سکتی تھی' جانتی تھی کہ گوہر کسی بھی لمحے سر پر کھڑا ہو گا اور قہر برساتی نظروں سے گھورے گا تو عینی کی قینچی کی طرح چلتی ہوئی زبان تالو سے جا لگے گی۔

ابھی ایک ہفتہ پہلے کی بات تھی جب عمنا سیڑھیوں پر بیٹھی شفقت امانت بنی ہوئی اپنا ہاتھ لہرا لہرا کر آنکھیں میچے "ساون بیتو جائے بے رحما" گا رہی تھی۔ اس کا یہی خیال تھا کہ حیا اور منال اس کے سروں پر سر دھن رہی ہوں گی۔

ساون بیتو جائے بے رحما

من میرا گھبرائے
موراسیاں مجھ سے بولے نا
میں لاکھ جتن کرہاری

آخری لائن گا کر عینا نے ذرا سی آنکھیں کھولتے ہوئے حیا اور منال سے داد لینی چاہی پر وہاں حیا اور منال کے بجائے گوہر کو کھڑا دیکھ کر سر اس کے حلق میں پھنس گئے تھے۔ گوہر خونخوار نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔ گوہر کچھ دیر گھورنے کے بعد اس کے قریب سے گزرتا ہوا اوپر چلا گیا تھا۔

اس دن کے بعد عینا گوہر کی موجودگی میں دوپٹا سر پر ٹکائے بڑی عقیدت سے فصیح الدین سوہروردی اور وحید ظفر قاسمی کی نعتیں پڑھتی ہوئی پائی جاتی تھی۔

"تم کالج نہیں گئیں؟" منال کو کچن سے نکلتے دیکھ کر حیا نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"نہیں۔" منال نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"کیوں؟" حیا نے بڑے پن کا رعب ڈالتے ہوئے سختی سے پوچھا تھا۔

"بس آج موڈ نہیں تھا۔"

"صدقے جاؤں تمہارے اس موڈ کے... گوہر بھائی کو پتا ہے؟"

"نہیں بھائی جب تک گھر میں تھے میں کچن سے نہیں نکلی انہیں پتا ہی نہیں چلا۔" منال نے بڑے فخر سے اپنا کارنامہ بتایا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ یہ عینا کا مشورہ تھا۔

"تم اسے اور الٹی پٹیاں پڑھاؤ۔" حیا نے عینا سے شکوہ کیا تھا۔

"ماشاءاللہ سے یہ پہلے ہی پڑھی پڑھائی ہے... مجھے الزام مت دو۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" منال نے عینا کو گھورتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میرا مطلب ہے کہ تم ایک پڑھی لکھی باشعور اور باوقار لڑکی ہو۔"

"باشعور کی حد تک ٹھیک ہے، پر وقار کا نام مت لو۔" منال نے چڑتے ہوئے کہا تھا۔ وہ دونوں جانتی تھیں کہ وقار ان کے وین ڈرائیور کا نام ہے، جو اسے کالج چھوڑ کر آتا ہے اور منال کو اس سے چڑ تھی وہ اسے بے کار اور فنکار کے خطاب سے نواز چکی تھی۔

"شعور سے یاد آیا شعور ایک ناول کے ہیرو کا نام تھا یاد ہے تم دونوں کو؟" حیا نے سوالیہ نظروں سے ان دونوں کو دیکھا تھا۔

"ہاں۔" عینا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وائپر واپس اس کی جگہ پر رکھا تھا وہ اپنا کام مکمل کرچکی تھی۔

"پتا ہے میں کیا سوچتی ہوں..."

"کیا؟" دونوں نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"یہ شاہ زین مغل، یہ عدن مراد عباسی اور زاویار ہمدانی... بھاری بھر کم ناموں والے خوب صورت ہیروز اصل زندگی میں کہاں مرجاتے ہیں؟" عینا نے جلے دل سے پوچھا تھا۔

"میں تو خود یہی سوچتی ہوں۔" حیا نے مصنوعی آہ بھرتے ہوئے کہا تھا۔

"تم دونوں کی زندگی میں کوئی ہیرو انٹری نہیں دینے والا، تمہارے ہاتھوں میں وہ لکیر ہی نہیں ہے۔"

"کیا بک رہی ہو... تم ہمارا نصیب پڑھ کر آئی ہو..."

"اور تمہیں کون سا ہاتھوں کی لکیریں پڑھنی آتی ہیں..."

منال نے جو بدفال منہ سے نکالی تھی اس کے بعد ان دونوں کو غصہ آگیا تھا۔

"میرا مطلب ہے تم دونوں کی زندگی میں وہ سچویشنز ہی نہیں ہیں، جب ہیرو صاحب پوری شان کے ساتھ ہیروئن کی زندگی میں انٹر ہوتے ہیں۔" منال کچھ دیر خاموشی کے بعد دوبارہ گویا ہوئی۔

"پہلی سچویشن... ہیروئن کالج یا یونیورسٹی میں پڑھتی ہے اور کلاس کی طرف جاتے ہوئے سب سے خوب صورت، ذہین اور ٹاپر لڑکے سے ٹکرا جاتی اور بس... ہیرو گیا کام سے... وہ چاند، تارے، سیارے،

مرنج اور زہرہ سب ہیروئن کے قدموں میں ڈھیر کردیتا ہے۔۔۔ پر افسوس۔۔۔ چچ چچ چچ۔" منال نے باقاعدہ افسوس کرتے ہوئے ان دونوں کو دیکھا۔

"تم دونوں اپنی تعلیم مکمل کرچکی ہو۔ اور وہ بھی ان اداروں سے جو صرف خواتین کے لیے مخصوص ہیں۔"

"دوسری سچویشن۔۔۔ ہیرو ہیروئن شادی بیاہ میں ملتے ہیں۔۔۔ پر مجھے لگتا ہے ہمارے رشتے داروں میں سب کی شادیاں ہمارے دنیا میں آنے سے پہلے ہی ہو گئی تھیں۔ اتنے بے مروت رشتے دار ہیں شادیوں میں بلاتے ہی نہیں" منال نے دکھی دل سے کہا اور پھر تیسری سچویشن بتانے لگی۔

"ہیروئن کسی ضروری کام سے چھت پر جاتی ہے وہاں اڑوس پڑوس میں آیا کوئی ہینڈسم نوجوان اسے دیکھ کر اپنا دل ہار بیٹھتا ہے۔۔۔ اف۔۔۔ ہاں۔۔۔ یہ سین تم دونوں کی زندگیوں میں ہو سکتا ہے۔۔۔ تم دونوں ہر روز بیس پچیس چکر چھت کے کاٹ آیا کرو۔۔۔ ہو سکتا ہے کسی شاہ زین عباسی اور زاویار ہمدانی کی نظر تم پر پڑجائے۔"

منال نے ان دونوں کو مفت مشورے سے نوازا جواب میں وہ دونوں اسے گھور کر رہ گئی تھیں۔

"ہاں۔۔۔ تاکہ گوہر بھائی ہم دونوں کو چھت پر ہی زندہ دفن کردیں۔" عینا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اور اب ہم اتنے گرے پڑے بھی نہیں ہیں کہ ایسی اوچھی حرکتیں کرتے پھریں۔۔۔ جسے ہماری زندگی میں آنا ہو گا خود آجائے گا ہم کسی کو نہیں ڈھونڈنے والے۔۔۔" حیا نے مضبوط لہجے میں کہا تھا اور عینا نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

"میں تو ایسے ہی مشورے دے رہی تھی۔" منال نے دانت نکالتے ہوئے کہا تھا۔

"مہربانی فرما کر تم ایسے ہی مشورے نہ ہی دیا کرو۔" حیا نے چڑتے ہوئے کہا تھا۔

عینا پھر سے شروع ہو گئی تھی اب کے گانا چینج تھا گانے کے حساب سے آواز کو دکھی بنایا گیا تھا۔

کہاں ہو تم چلے آؤ محبت کا تقاضا ہے
غم دنیا سے گھبرا کر تمہیں دل نے پکارا ہے۔

☆ ☆ ☆

گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی اعجاز صاحب کو فیکٹری کی طرف سے عمرے کے ٹکٹ ملے تھے رافعہ بیگم تو خوشی سے نہال ہو گئی تھیں۔ پروردگار نے اپنے گھر بلایا تھا یوں اچانک اتنی بڑی خوشی۔۔۔ وہ فوراً شکرانے کے نفل پڑھنے چل دی تھیں اور اب کسی گہری سوچ میں گم تھیں۔

"میں سوچ رہی ہوں، ہم تو چلے جائیں گے بچیوں کا کیا بنے گا۔" رافعہ بیگم کی بات پر سب نے حیرت سے انہیں دیکھا تھا اور ان کی بات کا مقصد جاننا چاہا تھا۔

"کیا مطلب۔۔۔ صرف بیس دن کی تو بات ہے۔" اعجاز صاحب نے ان کی پریشانی کی وجہ جاننی چاہی۔

"بیس دن تو ہے۔ پر یہ کیسی اکیلی رہیں گی۔۔۔ گوہر تو رات کو اکثر دیر سے آتا ہے۔" رافعہ بیگم نے اپنی پریشانی بتائی۔ "جوان بچیاں ہیں۔"

حیا کو بے ساختہ ہنسی آئی تھی اس نے فوراً عینا کو دیکھا تھا۔

"پھپھو آپ ہماری فکر مت کریں۔۔۔ ہم بہت بہادر ہیں۔۔۔ گوہر بھائی کے آنے تک منال ڈنڈا حیا چاقو اور میں گوہر بھائی کی پسٹل لے کر گھر کا پہرا دیں۔۔۔"

"وہ گھر کا پہرہ نہیں۔۔۔ تمہارے پہرے کی بات کر رہی ہیں۔" منال نے عینا کے کان کے قریب ہوتے ہوئے شرارت سے کہا تھا۔

"لو ہمارا پہرا کیوں۔۔۔ ہم کہیں بھاگ رہے ہیں کیا؟" عینا نے چڑتے ہوئے کہا تھا آواز آہستہ تھی۔

"پاگل ہوئی ہو کیا۔۔۔ ذرا سی اونچ نیچ ہو جائے تو۔۔۔" پھپھو نے جانے کون سی اونچ نیچ سمجھانی چاہی تھی عینا فوراً بول پڑی۔

"پھپھو آپ پتا نہیں کون سے دور کی بات کر رہی ہیں اب وہ دور نہیں ہے لڑکیاں بہت بہادر ہو چکی ہیں ہم سب کچھ کر سکتے ہیں۔" عینا نے پر عزم انداز میں

کہا تھا۔

"چھپکلی مار لوگی۔۔۔" پھپھو نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا نفی میں سر ہلانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

یہ لڑکیاں بھی نا۔۔۔ کتنی ہی بہادر اور باہمت ہو جائیں پر جب بات چھپکلی اور کاکروچ کی آئے تو حلق سے ایک بے چاری سی "چیخ" کے علاوہ کچھ برآمد نہیں ہوتا۔۔۔

"ارے یاد آیا۔۔۔ خالہ صغریٰ سے بات کرتی ہوں وہ آجائیں گی یہاں۔" خالہ صغریٰ کا نام یاد آتے ہی رافعہ بیگم کی آنکھیں چمک گئی تھیں۔ اور ان تینوں نے پریشانی سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا بلکہ حیا نے تو کانوں پر ہاتھ رکھ کر "نہیں" کی آواز بھی لگائی تھی پر تب تک رافعہ بیگم اپنی دور کی خالہ "صغریٰ بیگم" کو فون کرنے جا چکی تھیں۔

"خالہ صغریٰ کے ساتھ رہنے سے تو بہتر ہے میں اپنی جان سے ہی ہاتھ دھو لوں۔۔۔"

"تم واقعی ہاتھ دھو لو تو بہتر ہے تمہارے ہاتھوں سے لہسن، پیاز کی سمیل آرہی ہے۔" عینا نے حیا کو مشورہ دیا تو وہ بولی تو کچھ نہیں تھی پر اسے ایسی نظروں سے دیکھا تھا جیسے کہہ رہی ہو۔

"تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بے زار بیٹھے ہیں۔"

"ہائے خالہ صغریٰ کے ساتھ تو بندہ بیس منٹ نہیں گزار سکتا بیس دن۔۔۔ کیسے گزریں گے۔" منال کو بیس دن کا سوچ سوچ کر ہول اٹھ رہے تھے۔

"فجر کی نماز کے بعد دوبارہ مت سوؤ۔۔۔ بندہ پوچھے جب کرنے کو کچھ نہیں تو سونے میں کیا حرج ہے۔۔۔ ٹی وی مت دیکھو، رسالے مت پڑھو۔۔۔ دماغ خراب ہوتا ہے کوئی بتائے پہلے کون سا دماغ ٹھیک ہے۔۔۔ اور رافعہ نے لڑکیوں کو کچھ نہیں سکھایا' یہ تو ان کا تکیہ کلام ہے شاید۔" حیا نے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے تھے۔

"تم تو ایسا مت کہو، تمہیں تو خاصا پسند کرتی ہیں وہ۔۔۔" عینا نے شرارت بھری مسکراہٹ چہرے پر سجائے ہوئے حیا کو دیکھا تھا۔

"اور مطلوب صاحب بھی۔۔۔"

مطلوب کا نام سنتے ہی حیا آگ بگولہ ہو گئی تھی منال اور عینا ہنس ہنس کر دوہری ہو گئی تھیں۔

چار پانچ ماہ پہلے خالہ صغریٰ اپنے بڑے پوتے مطلوب کے ساتھ حیدر آباد آئی تھیں تو منال اور عینا نے اس کا خوب ریکارڈ لگایا تھا۔ آنکھوں میں من من بھر سرمہ ڈالے مطلوب صاحب بھی سہاتی گھبرو تھے۔

"مطلوب صاحب آپ مجھے یہ بتائیں آپ کس کو مطلوب ہیں؟"

"پولیس کو۔۔۔" عینا کے سوال پر منال نے فوراً جواب دیا تھا۔

"نہیں۔۔۔ آثار قدیمہ والوں کو۔۔۔" عینا نے ہنستے ہوئے منال کی تصحیح کی تھی۔ حیا کو مطلوب سے ہمدردی کا بخار چڑھا تھا اور اس نے ان دونوں کو ٹوکا تھا کہ وہ اس "بے چارے" کا مذاق نہ اڑائیں اور حیا کو یہ ہمدردی خاصی مہنگی پڑی تھی۔ مطلوب صاحب بار بار بڑی پیار بھری نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ حیا کے ہاتھوں کے توتے اڑ گئے تھے اس صورت حال پر، اسے اندازہ نہیں تھا کہ ہمدردی اتنی مہنگی پڑے گی۔۔۔

"حیا۔۔۔ خالہ صغریٰ اگر مطلوب میاں کے لیے تمہارا ہاتھ مانگ لیں تو۔۔۔"

"بکو مت۔" حیا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے اسے گھورا تھا۔ "مطلوب میاں سے شادی سے اچھا' میں چھت سے کود کر خودکشی کر لوں۔"

"چھت سے کود کر' کبھی خودکشی کی کوشش ضائع مت کرنا حیا۔ چھت زیادہ اونچی نہیں ہے اس سے کود کر صرف ٹانگیں ہی ٹوٹیں گی اگر کبھی خودکشی کا ارادہ بنے تو مجھ سے مشورہ مانگنا' یقین کرو نت نئے آئیڈیاز دوں گی۔"

"تم مجھے روکو گی نہیں۔۔۔ الٹا مشورے دو گی۔۔۔ یعنی مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔" حیا نے حیرت اور صدمے سے اسے دیکھا تھا۔

"دیکھو حیا جانے والوں کو روک سکتے نہیں ہیں اور پھر

میرے خیال میں انسان کو اتنا مضبوط ہونا چاہیے کہ وہ جو ارادہ کرے اس پر عمل بھی کرے۔" عمنا نے بڑی سنجیدگی سے کہا تھا۔

"صدقے جاؤں تمہارے فلسفے کے۔۔۔ اللہ نہ کرے کہ میں کوئی ایسا ارادہ کروں۔۔۔ اللہ تمہاری زندگی بھی مجھے لگادے۔" حیا نے آخری جملہ شرارت سے کہا تھا۔

"اللہ میری زندگی مجھے ہی لگائے ابھی تو میں نے دنیا میں کچھ دیکھا ہی نہیں۔۔۔"

"کیا نہیں دیکھا؟" منال کے سوال پر عمنا نے کچھ دیر خاموشی کے بعد جواب دیا تھا اس پر منال اور حیا نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"ابھی تک تو میں نے اپنی ماں بھی نہیں دیکھی۔" حیا فوراً" اٹھ کر اس کے قریب آئی تھی وہ اس کا دکھ سمجھ سکتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں اُمڈتے آنسوؤں نے کمرے کا ماحول بدل دیا تھا۔ منال بھی فوراً" اس کے پاس آئی تھی۔ ہر دم ہنستی مسکراتی عمنا کے آنسو ان دونوں کے لیے ناقابل برداشت تھے۔

عمنا کے والد کی وفات کے بعد' شہناز بیگم نے ڈیڑھ سالہ عمنا کو پھپھو کے پاس چھوڑا اور ایاز آفندی کے ساتھ دوسری شادی کرلی تھی 'پھر سننے میں آیا تھا وہ دبئی شفٹ ہوگئی تھیں۔ انہوں نے کبھی عمنا سے فون پر بھی رابطہ نہیں کیا تھا۔ عمنا کی یادداشت میں ماں کا دھندلا سا عکس ہی تھا اسے شہناز بیگم سے بہت شکایتیں تھیں۔ اسے امید تھی کہ وہ کبھی نہ کبھی تو اس سے ملنے آئیں گی۔۔۔ کبھی نہ کبھی۔۔۔ زندگی کے کسی موڑ پر انہیں اپنی غلطیوں کا احساس ہوگا کہ ڈیڑھ سالہ معصوم عمنا کو پھپھو کے پاس چھوڑ کر دوبارہ کبھی اس کی خبر تک نہ لی۔۔۔ اور عمنا سوچ بیٹھی تھی جس دن وہ آئیں گی وہ خوب جی بھر کر اپنے دل کی بھڑاس نکالے گی۔

☼ ☼ ☼

ان تینوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی 'جب انہیں معلوم ہوا کہ صغریٰ بیگم نے اپنی طبیعت کی خرابی کا کہہ کر آنے سے معذرت کرلی ہے۔ منال کا دل چاہا تھا بھنگڑے ڈالے 'پر رافعہ بیگم کو پریشان دیکھ کر اس نے دل کی اس ننھی سی خواہش کو دل میں ہی دبالیا تھا۔

شام میں نند کی آنے والی کال نے ان کی پریشانی دور کردی تھی جنہیں جیسے ہی معلوم ہوا بھائی بھابھی عمرے پر جارہے ہیں اور بھابھی حیا' منال اور عمنا کی وجہ سے پریشان ہیں تو فوراً" انہوں نے ان کی پریشانی دور کی تھی جب تک وہ پاکستان آئیں گی تب تک وہ تینوں ان کے پاس کراچی میں رہیں گی۔ رافعہ بیگم شروع میں تھوڑا ہچکچائی تھیں ان کی نند طاہرہ کی شادی خاصے کھاتے پیتے گھرانے میں ہوئی تھی' شروع میں تو طاہرہ بھائی بھابھی سے ملنے آتی رہتی تھیں پر اب عرصہ ہوا وہ اپنی زندگی میں ایسی مصروف ہوئی تھیں کہ کبھی دو چار ماہ بعد ایک آدھ بار فون کال کرلیتی تھیں۔

"طاہرہ 'منال' عمنا اور حیا کو کراچی بھیجنے کا کہہ رہی ہے۔" فون بند کرنے کے بعد رافعہ بیگم نے سوالیہ نظروں سے شوہر کو دیکھا تھا۔

"ہاں تو بھیج دو' اس سے اچھی کیا بات ہے سگی پھپھو ہے ان کی۔۔۔ کوئی غیر تو نہیں ہے۔" اعجاز صاحب نے فوراً" حامی بھرلی تھی۔

"پر۔۔۔ وہ۔۔۔"

"وہ۔۔۔ کیا؟"

"عمنا۔۔۔ بھی تو ہے۔۔۔ وہ تو اس کی بھتیجی نہیں ہے نا۔"

"طاہرہ ایسا کچھ نہیں سوچے گی اسے معلوم ہے عمنا کو ہم نے ہمیشہ اپنی بیٹیوں کی طرح سمجھا ہے۔ وہ عمنا کو منال اور حیا کی طرح ہی عزیز رکھے گی۔" اعجاز صاحب کے سمجھانے کا خاطر خواہ اثر ہوا تھا رافعہ بیگم ساری پریشانیاں بھلائے عمرے پر جانے کی تیاریاں کرنے لگی تھیں۔

ان تینوں کو جیسے ہی سامان پیک کرنے کا حکم ملا تھا وہ جلدی جلدی اپنی تیاری کرنی لگیں۔ وہ کافی ایکسائیٹڈ تھی ہوش سنبھالنے کے بعد پہلی بار پھپھو کے گھر

جارہی تھیں۔

گوہر نے پہلے ان تینوں کو پھپھو کے گھر چھوڑا تھا اور پھر رافعہ بیگم اور اعجاز صاحب کو ایئرپورٹ چھوڑ کر واپس حیدر آباد چلا گیا تھا۔

انہیں معلوم تو تھا ہی کہ پھپھو خاصی امیر ہیں پر ان کا لیوش لائف اسٹائل دیکھ کر ان آنکھیں چمک گئی تھیں۔

"آنکھیں کم پھاڑو.... اس طرح تو ہم پینڈو اور اجڈ لگیں گے.... ہم تو اس سے بھی بڑے اور خوب صورت گھر دیکھ چکے ہیں۔" **عینا** نے ان دونوں کو سمجھاتے ہوئے کہا تھا۔

"کہاں دیکھ چکے ہیں؟" منال نے سوال کیا تھا۔

"تم بھول گئی عدن مراد عباسی اور زاویار تیمور کے' اس سے بڑے محل نما بنگلے تھے۔" **عینا** نے فوراً" یاد دلایا تھا۔

"اور تین تین چار چار گاڑیاں تھیں ان کے پورچ میں' جب کہ تمہاری پھپھو تو ان کے سامنے غریب غرباء میں شمار ہوتی ہیں۔" **عینا** نے پورچ میں کھڑی واحد مہران کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔" منال چڑی تھی۔

"ویسے مجھے بہت برا لگ رہا ہے تمہاری پھپھو نے بلا تو لیا ہے' پر استقبال کے لیے تو آئیں نہیں نہ ہی گوہر بھائی اندر تک چھوڑنے آئے۔"

"ہاں تم تو بڑی فیمس پرسنالٹی ہو نا تمہارے لیے ریڈ کارپٹ بچھانا چاہیے تھا۔" وہ داخلی دروازے تک پہنچی تھیں کہ ملازمہ انہیں دیکھ کر دوڑ کر ان کے پاس آئی تھی اور ان سے سامان لے کر اور ڈرائنگ روم میں بٹھا کر جانے کہاں غائب ہو گئی تھی۔

کچھ دیر بعد ملازمہ کے ساتھ آتی خاتون کو دیکھ کر وہ تینوں ہی احتراماً" کھڑی ہو گئی تھیں۔

"ارے بیٹھو بیٹھو.... کھڑی کیوں ہو گئیں...."

پھپھو باری باری تینوں سے ملی تھیں۔ وہ ان تینوں سے بہت محبت اور شفقت برت رہی تھیں' **عینا** کچھ دیر پہلے کہے الفاظ پر تھوڑی شرمندہ سی ہوئی تھی۔

"میں خود تم لوگوں کو ریسیو کرنے آتی' بھابھی بھائی کو بھی ایئرپورٹ چھوڑنے جاتی پر اچانک ہی میری طبیعت خراب ہو گئی تھی۔"

"اوہ.... کوئی بات نہیں پھپھو۔" منال نے فوراً" مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ اتنے میں ملازمہ کولڈ ڈرنک لے آئی تھی۔

"کھانا کھایا ہے تم لوگوں نے؟" طاہرہ بیگم نے بڑی محبت اور اپنائیت سے پوچھا تھا۔

"جی ہم لنچ کر کے ہی نکلے تھے گھر سے۔"

"گوہر اور بھائی بھابھی گھر نہیں آئے؟ میں تو سوچ رہی تھی وہ لوگ آئیں گے۔"

"وہ ایکچولی پھپھو امی ابو کو دیر ہو رہی تھی ان کی فلائٹ مس ہو جاتی تو اس لیے وہ لوگ ہمیں گیٹ پر ہی چھوڑ گئے تھے۔" منال نے فوراً" وجہ بتائی۔

"اچھا.... چلو تم لوگ بھی آرام کر لو.... ملازمہ تمہیں تمہارے کمرے تک چھوڑ آتی ہے۔" طاہرہ بیگم نے ملازمہ کو حکم دیا تھا اور وہ تینوں ملازمہ کی رہنمائی میں اپنے کمرے تک آئی تھیں۔ سامان ملازمہ پہلے ہی کمرے میں رکھ کر جا چکی تھی۔ منال اور **عینا** تو کمرے کا معائنہ کر رہی تھی جبکہ حیا بیڈ پر ڈھے گئی تھی۔

"میں تو سونے لگی ہوں۔" حیا نے اپنا ارادہ بتایا تھا۔

"یہ کون سا ٹائم ہے سونے کا؟" **عینا** نے کھڑکی سے غروب ہوتے سورج کو دیکھتے ہوئے اسے سونے سے منع کیا تھا پر وہ اس کے منع کرنے کے باوجود بھی سو گئی تھی۔ ڈنر کے لیے جب ملازمہ بلانے آئے تو ان دونوں نے حیا کو جگانا چاہا تھا پر وہ ڈھیٹ بنی سوتی رہی تھی۔

وہ دونوں کھانے کے بعد واپس آئیں تو حیا گہری نیند میں تھی' وہ دونوں بھی کچھ دیر بعد سو گئی تھیں۔

☼ ☼ ☼

رات کا جانے کون سا پہر تھا جب بھوک اور پیاس

کی وجہ سے اس کی آنکھ کھلی تھی۔ اس نے ساتھ لیٹی عینی کا بازو ہلا کر اسے جگانا چاہا تھا' پر وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر کروٹ لے کر دوبارہ سو گئی تھی۔ اس کی طرف سے مایوس ہو کر اس نے دائیں طرف لیٹی منال کو جگانا چاہا۔

"منال..." اس نے منال کو جھنجوڑتے ہوئے پکارا تھا۔

"کیا ہے؟" نیند میں ڈوبی منال کی جھنجلاتی ہوئی آواز آئی تھی۔

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

"میں کیا کروں..."

"میرے ساتھ چلو' مجھے کھانا کھانا ہے۔"

"صبح کھا لینا... ایک وقت کا کھانا نہ کھانے سے بندہ مرتا نہیں ہے۔" منال کو یوں نیند خراب کرنے پر حیا پر بہت غصہ آرہا تھا۔

"بکو مت... ٹھنڈی رات میں بدفعال منہ سے مت نکالو۔" حیا کو مرنے والی بات بہت بری لگی تھی اور یہ ٹھنڈی رات والی منطق خالصتاً" رافعہ بیگم کی تھی۔ ان کا خیال تھا شاید ٹھنڈی راتوں میں منہ سے نکلی ہوئی بات جلدی قبول ہوتی ہے۔

"دروازہ کھولو گی دائیں طرف جانا تھوڑے سے فاصلے پر کچن ہے۔" منال نے بمشکل آنکھیں کھولتے ہوئے اسے کچن کا راستہ سمجھایا تھا اور ساتھ ہی تاکید بھی کی تھی۔

"اور ہاں کھانے پر ندیدوں کی طرح مت ٹوٹ پڑنا ہم یہاں مہمان ہیں۔" اس کی اس بات پر حیا اسے گھور کر رہ گئی تھی اور بیڈ سے اتر کر لائٹ آن کی تھی وال کلاک پر نظر پڑی تو رات کے دو بج رہے تھے۔ دوپٹا اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ دروازہ کھول کر باہر آئی اور دروازے کو کھلا رہنے دیا۔ دائیں بائیں دیکھا کوریڈور سنسان تھا۔ ایک لمحے کو تو دل چاہا واپس مڑ جائے' پر پھر دل کو مضبوط کرتے ہوئے منال کے سمجھائے ہوئے راستے پر چل پڑی۔

یہ شکر تھا کہ کچن کی لائٹ آن تھی۔ دروازہ بھی کھلا تھا سامنے چند قدم کے فاصلے پر فریج تھا۔ اس نے بڑھ کر فریج کا دروازہ کھولا۔ اور اس میں سے دو سیب اور پانی کی بوتل نکال کر سیدھی ہوئی ہی تھی کہ لائٹ چلی گئی تھی۔ واپسی کے لیے مڑی ہی تھی کہ سامنے کھمبے کی طرح کھڑے اتنے لمبے جن کو دیکھ کر اس کے ہاتھ سے پانی کی بوتل اور سیب چھوٹ کر نیچے گرے۔ جن نے مڑ کر اسے دیکھا جن اب تک اس کی آمد سے بے خبر تھا شاید اس نے چیخنے کے لیے منہ کھولا پر حلق سے آواز برآمد نہ ہو سکی اسے اور کچھ نہ سوجھا تو ہاتھ میں پکڑے سیب سے جن کے سر کا نشانہ لیا اور وہاں سے دوڑ لگا دی۔

خوش قسمتی سے بدحواس ہونے کے باوجود وہ صحیح راستے پر تھی کمرے میں آکر اس نے جلدی سے دروازہ لاک کیا۔

"منال... عینی... ج ج... جن۔" اس نے منال اور عینی کو ہلاتے ہوئے بتایا۔

"کیا مصیبت ہے... اب کیا ہو گیا۔" منال جھنجلا گئی تھی حیا دوسری بار اس کی نیند خراب کر رہی تھی۔

"کچن میں جن تھا... اتنا لمبا... چھت جتنا۔"

"تمہارا اوہم ہو گا۔" عینا کو یقین نہیں آیا۔

"نہیں... سچ کہہ رہی ہوں... ابھی میں نے خود دیکھا... مجھے ڈر لگ رہا ہے... ہائے امی۔" حیا تقریباً" رونے کو ہو گئی تھی۔

"دیکھو تمہیں اللہ کا واسطہ ابھی خاموشی سے سو جاؤ... صبح دیکھیں گے۔" منال نے باقاعدہ ہاتھ جوڑ کر منت کی تھی' حیا آنکھیں سختی سے میچے لیٹ گئی اور جو جو دعا یاد تھی باری باری سب کا ورد کرتی وہ نیند کی آغوش میں چلی گئی تھی۔

رات خوف سے تھر تھر کانپتی حیا ابھی فخر سے گردن اکڑائے انہیں اپنی بہادری کا قصہ سنا رہی تھی کہ اس نے کس دیدہ دلیری سے جن پر حملہ کیا تھا اور جن ایک پل میں رفوچکر ہو گیا تھا اس کی اس بہادری کی وجہ سے پورا گھر جن کی خوراک بننے سے بچ گیا تھا اس نے جان پر کھیل کر ان سب کی جان بچائی ہے اس پر کم سے کم تمغۂ جرات تو بنتا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آرہا۔ تم اگر جن دیکھ لیتی تو پہلی ہی فلائٹ سے اوپر ہوتیں۔" عمنا نے چھت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میرا تم دونوں کی طرح ٹڈی سا دل نہیں' اس جن کے اتنے لمبے لمبے دانت تھے۔" حیا نے مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے کہا ورنہ حقیقت تو یہ تھی کہ اس نے جن کی شکل غور سے نہیں دیکھی تھی۔

"پر لمبے دانت تو ڈریکولا کے ہوتے ہیں' جاؤ رہنے دو' تمہیں ڈریکولا اور جن کے درمیان فرق تک نہیں پتا۔" منال نے ایسے کہا تھا جیسے جنہیں ڈریکولا اور جن کے درمیان فرق نہ پتا ہو ان جیسا کم عقل کوئی نہیں ہے۔

"ہاں تمہیں بڑا پتا ہے تم نے تو پورا بچپن ڈریکولا اور جن کے ساتھ کھیلتے ہوئے گزارا ہے نا؟" حیا کو اس کی بات بری لگی تھی اس لیے فوراً جواب دیا تھا۔

"حیا ڈریکولا تو ایک کالے رنگ کا کوٹ پہن کر رکھتا ہے جس کے کالر بڑے بڑے ہوتے ہیں۔" عمنا نے جو ڈراموں میں ڈریکولا کی ڈریسنگ دیکھی تھی وہ بتائی۔

"پتا نہیں' میں نے اتنے غور سے اس کی ڈریسنگ نہیں دیکھی تھی کہ اس کے کوٹ کے کالر کی لمبائی بھی ناپتی۔ میں کالر کی لمبائی پر غور و خوض کرتی رہ جاتی اور وہ مجھے اگلے جہان پہنچا دیتا۔" حیا ان کے پے درپے سوالات سے چڑ گئی تھی۔

ملازمہ نے ان کے کمرے کا دروازہ بجا کر انہیں ناشتے کے لیے بلایا تھا تو وہ تینوں ڈائننگ ہال کی طرف چل دی تھیں۔

ڈائننگ ہال میں داخل ہوتے ہی صدارتی کرسی کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھے شخص کو دیکھ کر وہ تینوں ہی حیران رہ گئی تھیں اس کے ماتھے پر بنا' بڑا سا گومڑ کسی حادثے کی نشاندہی کر رہا تھا۔

اسی لمحے کاشان ہال میں داخل ہوا تھا اور چیئر کھینچتے ہوئے اس پر بیٹھ گیا تھا۔

"بھائی یہ کیا ہوا؟" کاشان کی نظر جیسے ہی شایان پر پڑی تھی اس نے ماتھے پر بنے گومڑ کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

شایان نے ایک نظر اسے دیکھا اور ٹھنڈی سانس بھر کر دوبارہ ناشتے میں مصروف ہو گیا تھا۔ کاشان سمجھ گیا تھا جو بھی ہوا تھا اچھا نہیں ہوا تھا اسی لیے شایان بتانے سے گریز کر رہا ہے۔

"تم لوگ کھڑی کیوں ہو بیٹھو۔" پھپھو ملک شیک کا جگ لے کر آئیں تو ان تینوں کو یوں کھڑا دیکھ کر فوراً ٹوکا۔ وہ تینوں فوراً" کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔

"کل کس وقت آئے تھے تم؟"

"رات دو بجے۔" شایان کے بتاتے ہی حیا کا چائے کا کپ اٹھایا' ہاتھ کانپا تھا اس نے تھوک نگلتے ہوئے ساتھ بیٹھی عینی کو دیکھا تھا' جو اسے ہی دیکھ رہی تھی حیا کو لگا تھا' عمنا بھی وہی سوچ رہی ہے۔ جو وہ سوچ رہی ہے۔

"آپ ابھی ناشتے کے بعد کہیں جائیں گے؟" کاشان نے ناشتا کرتے ہوئے شایان سے پوچھا تھا۔

"نہیں اب ایسے میں کہیں جانے سے تو رہا جسے دیکھو یہی پوچھے گا ماتھے پر کیا ہوا ہے۔" شایان نے چڑتے ہوئے کہا تھا۔

حیا جو سر جھکائے بڑی مشکلوں سے ناشتا کر رہی تھی اس نے اپنا سر مزید جھکا لیا تھا اس کی کوشش تھی کہ شایان کی نظر اس پر نہ پڑے اسے یہ خوف تھا کہیں شایان اسے پہچان نہ لے اس کا یہی خیال تھا کہ شایان کو بالکل اندازہ نہیں ہوا ہو گا کہ وہ "حیا" تھی۔

"پھر ایسا کریں گاڑی کی چابی مجھے دے دیں' میں آپ کی گاڑی لے جاتا ہوں۔"

"میرے کمرے سے سائیڈ ٹیبل سے لے لینا۔"

کاشان ناشتا کر کے یونیورسٹی کے لیے نکل گیا تھا۔ وہ تینوں بھی ناشتے کے بعد اپنے کمرے میں آ گئی تھیں۔

"حیا اس جن کے لمبے لمبے دانت تھے نا؟" عمنا نے حیا سے پوچھا تھا۔

حیا نے سارے جہاں کی معصومیت سجاتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"دیکھو عینا میں نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا تھا دیکھتی بھی کیسے فوراً" لائٹ چلی گئی تھی اس کا قد اتنا لمبا ہے میرا کوئی قصور نہیں ہے اتنے لمبے صرف جن ہوتے ہیں میرے خیال میں تو۔ اور پھر اسے ضرورت کیا تھی رات کے دو بجے کچن میں جانے کی۔" حیا کے خیال میں اس سارے واقعے میں اس کا ذرا قصور نہیں تھا۔

"حیا بی بی یہ آپ کا گھر نہیں ہے ان کا گھر ہے ان کی مرضی رات کے دو بجے کچن میں جائیں یا چار بجے۔"

"میں تو یہ سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہی ہوں شایان بھائی کی نظروں میں ہمارا امیج کتنا برا بنا ہوگا۔ انہیں یہ تو اندازہ ہوگا ہی کہ جس نے انہیں سیب مارا ہے وہ ہم تینوں میں سے ایک ہے یا پھر ہو سکتا ہے کہ انہیں پتا ہو کہ وہ حیا ہے۔" منال نے بات سن کر حیا نے پریشانی سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"میں تو کہتی ہوں حیا تم شایان سے معافی مانگ لو۔" عینا نے مشورہ دیا تھا حیا نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"اپنی غلطی مان کر معافی مانگنے والا عظیم ہوتا ہے۔" منال نے اسے عظمت کا لالچ دیا تھا پر وہ اب بھی نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"اگر میں ان سے معافی مانگنے گئی اور انہوں نے مجھے ڈانٹ دیا تو پھر میری کتنی انسلٹ ہوگی۔" حیا پہلے تو اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی اور دوسرا اس کے ردعمل کا سوچ کر گھبرا رہی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس نے پوری طاقت سے سیب اس کے سر پر دے مارا تھا۔ تب ہی تو سر پر اتنا بڑا گومڑ تھا۔

"تم ان کے ردعمل کے بارے میں سوچ کر پریشان ہو تو یوں کرو معافی نامہ لکھ دو ہم اور عینی چپکے سے ان کے کمرے میں رکھ آئیں گے۔ اس سے یوں ہوگا انہیں اندازہ ہو جائے گا کہ جس نے بھی یہ کیا ہے وہ شرمندہ ہے۔" منال کی اس بات پر عینا نے اس کی بلائیں لیتے ہوئے شعر پڑھا تھا

گرچہ چھوٹی ہے ذات بکری کی
دل کو لگتی ہے بات بکری کی

"تم نے مجھے بکری کہا ہے؟" منال نے برا مناتے ہوئے پوچھا تھا۔

"نہیں میں نے تمہیں "چھوٹی" کہا ہے۔" عینا نے مسکراتے ہوئے وضاحت کی تھی۔

"پر معافی نامہ لکھے گا کون؟ مجھے تو معافی نامہ لکھنا نہیں آتا۔" حیا نے صوفے پر بیٹھے ہوئے کہا تھا۔

"میں لکھ دوں گی' ویسے بھی میں اسکول میں معافی نامے لکھ لکھ کر اچھی خاصی یوز تو ہو چکی ہوں۔ ہماری پرنسپل نے عجیب رولز بنائے ہوئے تھے ہر چھوٹی بڑی غلطی پر معافی نامہ لکھواتی تھیں اور پورے اسکول سے معافی نامے لکھوا لکھوا کر انہوں نے آفس میں تین الماریاں بھری تھیں اور پھر وہ ساری ردی بیچ کر ایک گاڑی خریدی تھی۔" منال کی بات پر حیا اور عینا ہنس ہنس کر بے حال ہو گئی تھیں۔

"مبالغہ آرائی کی بھی حد ہوتی ہے اگر ایسا ہوتا تو ٹین ڈبے والے جہاز میں ردی لینے آنے لگ جاتے۔"

"تم لوگ کیا فضول بحث لے کر بیٹھ گئی۔ اس فضول بحث کو چھوڑو اور جلدی سے معافی نامہ لکھ کر دو۔" حیا نے فوراً" ان دونوں کو ٹوکا۔

منال کاغذ قلم لے کر بیٹھ گئی تھی اور معافی نامہ لکھنے لگی۔ معافی نامہ لکھنے کے بعد آخر میں معافی کی طلب گار کے نیچے حیا کا نام لکھنے ہی لگی تھی کہ حیا نے فوراً" روک دیا۔

"خبردار میرا نام مت لکھنا۔ XYZ لکھ دو" حیا نے اسے مشورہ دیا۔ حیا چاہتی تھی کہ شایان کو نہ ہی پتا چلے کہ یہ اس کا کارنامہ ہے۔

"پورا معافی نامہ اردو میں لکھ کر اب آخر میں XYZ لکھوں پاگل نہیں ہوں میں۔" منال نے کہا اور آخر میں 'ا' ب' ج' د' لکھ کر صفحہ تہ کر دیا۔

منال اور عینی چپکے سے وہ معافی نامہ شایان کے کمرے میں رکھ آئی تھیں۔

☆ ☆ ☆

شایان جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا تھا اس کا

موبائل بج اٹھا تھا اس نے جینز کی جیب سے موبائل نکالا تھا موبائل اسکرین پر اس کے بہترین دوست احمد کا نام جگمگا رہا تھا۔

"ہیلو۔" اس نے کال ریسیو کر کے فون کان سے لگایا تھا۔

"کہاں ہے تو؟"

"گھر پر' کیوں؟"

"آج مووی کا پروگرام ہے۔ تو بھی چلے گا نا؟"

"نہیں یار۔"

"کیوں؟" احمد نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"میری گاڑی کاشان لے گیا ہے۔"

"تو اس کی فکر نہیں کر۔ میں پک کر لوں گا تجھے۔" احمد نے فوراً اس کی پرابلم حل کی تھی۔

شایان نے سامنے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں خود کو دیکھا ماتھے پر بنا گومڑ بہت بدنما لگ رہا تھا۔

"نہیں یار۔ میرا موڈ نہیں ہے۔ پھر کسی دن۔"

"چل ٹھیک ہے۔ جیسے تیری مرضی۔" احمد نے کال کاٹ دی تھی۔

شایان کی نظر ڈریسنگ ٹیبل سے ہوتے ہوئے بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر گئی تو وہاں رکھے کاغذ نے اس کی توجہ کھینچ لی تھی۔ کاغذ کے اوپر گلاس رکھا ہوا تھا۔

وہ حیران سا سائیڈ ٹیبل کے قریب آیا اور تجسس سے تہ شدہ کاغذ کھولا تھا۔

کاغذ پر لکھی تحریر پڑھتے ہوئے وہ مسکرا رہا تھا اس کا موڈ بحال ہو گیا تھا۔ "معافی کی طلب گار۔"

"ا' ب' ج' د" وہ ہنسا تھا۔

اور ہنستے ہوئے وہ کاغذ سائیڈ ٹیبل کی دراز میں رکھ دیا تھا۔

۞ ۞ ۞

تین چار دن خیر و عافیت سے گزرے تھے شایان نے اس معافی نامے کے متعلق ایک لفظ نہیں کہا تھا اس کے ماتھے پر بنا گومڑ ٹھیک ہو چکا تھا۔ حیا خوش تھی۔ بات آئی گئی ہو گئی تھی۔

اس وقت وہ تینوں کچن میں تھیں عینا نے فروٹ باسکٹ سے تین چار کیلے اٹھائے تھے اور سلیب پر چڑھ کر بیٹھ گئی تھی حیا نے اس کی دیکھا دیکھی فروٹ باسکٹ سے سیب اٹھایا تھا اور کرسی گھسیٹ کر اس کے بالکل سامنے بیٹھ گئی تھی۔ منال کچن کا جائزہ لینے میں مصروف تھی۔

"عینا۔ میں تو جب یہاں سے جاؤں گی دیکھ لینا میرا پانچ چھ کلو وزن کم ہو گیا ہو گا۔"

"کیوں؟" عینا نے کیلے کھاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"بھوکے رہ رہ کر۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ یہاں کھانا تو مزے کا ہوتا ہے پر پھپھو' پھپھا اور ان کے دونوں بیٹوں کے ہوتے ہوئے میں ٹھیک سے انصاف نہیں کر پاتی کھانے سے۔" حیا نے افسردگی سے کہا تھا۔

"بات تو تمہاری ٹھیک ہے۔" عینا نے مسکراتے ہوئے تائید کی تھی۔

"منال ذرا ایک گلاس جوس کا تو دو بھر کر۔ صبح پھپھو کے بیٹوں کو دیکھا تھا کیسے جوس کے گلاس بھر بھر کر پی رہے تھے۔ میرا بھی اتنا دل چاہ رہا تھا۔" حیا نے مڑے بغیر منال کو حکم دیا تھا اس کی نظر سامنے عینا پر تھی۔ عینا کے چہرے کا رنگ بدلا تھا حیا کو محسوس ہوا عینا کچھ کہنا چاہ رہی ہے۔

"کیا ہوا؟" حیا نے سوالیہ نظروں سے عینا کو دیکھا تھا عینا نے اشارے سے اسے پیچھے دیکھنے کا کہا تھا۔ حیا مڑی تھی سامنے جوس کا گلاس لیے پھپھو کا بڑا فرزند کھڑا تھا۔

"یہ لیجیے۔ اور جب آپ کا دل چاہے آپ بھی 'جوس کے گلاس بھر بھر کر پی سکتی ہیں ہم آپ کو بالکل منع نہیں کریں گے۔" شایان نے جوس کا گلاس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔ حیا جی بھر کر شرمندہ ہوئی تھی اور اس کا دل چاہا تھا کاش وہ کسی طرح یہاں سے غائب ہو جائے شایان نے جوس کا گلاس ٹیبل پر رکھ دیا تھا وہ مڑ کر آسانی سے اٹھا سکتی تھی اور مسکراتے

ہوئے واپس پلٹ گیا تھا۔
"میرا ڈوب مرنے کو دل چاہ رہا ہے۔" حیا نے رونی صورت بناتے ہوئے کہا تھا۔
"نیک کام میں دیر کیسی۔" عینا سلیب سے اتری تھی کیلے کے چھلکے ڈسٹ بن میں پھینکتے ہوئے کہا تھا۔
"بکومت۔ کم از کم میں اب دوبارہ اس بندے کا سامنا نہیں کر سکتی۔ یا اللہ جلدی سے امی بابا آجائیں اور ہم اپنے گھر چلے جائیں۔" حیا نے باقاعدہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی تھی۔
اسی لمحے منال کچن میں داخل ہوئی تھی۔
"تم کہاں مر گئیں تھی؟" حیا نے اسے دیکھتے ہی غصے سے پوچھا تھا۔
"کیا ہوا؟" حیا کو یوں غیظ و غضب ڈھاتے دیکھ کر اس نے حیرت سے عینا کو دیکھا تھا۔
عینا نے اسے پوری بات بتائی تھی۔
"اس طرح کے اتفاقات تو کہانیوں میں ہوتے ہیں۔" منال نے دانت نکالتے ہوئے کہا تھا۔
"اور اس طرح کے اتفاقات کہانیوں میں ہی ہوں تو بہتر ہے اصل زندگی میں ہوں تو بندہ شرمندہ ہو کر مر جائے گا۔ اور میں اب شایان کا سامنا نہیں کر سکتی۔" حیا وہاں سے چلی گئی تھی وہ دونوں بھی ہنستے ہوئے اس کے پیچھے ہولی تھیں۔
اگلے دن شایان کسی ضروری کام سے شہر سے باہر چلا گیا تھا وہ ان کے جانے سے دو دن پہلے واپس آیا تھا حیا نے شکر ادا کیا تھا۔
رافعہ بیگم اور اعجاز صاحب عمرے سے واپس آئے تو پھپھو اور ان کی فیملی بھی انہیں لینے ایئرپورٹ گئی تھی گو ہر انہیں ایئرپورٹ پر ہی مل گیا تھا۔
وہ رافعہ بیگم اور اعجاز صاحب کے ساتھ پھپھو کے گھر آئے تھے اور دو تین گھنٹے وہاں گزار کر حیدر آباد واپس آگئے تھے۔
گھر کی ہر چیز پر منوں مٹی جمی ہوئی تھی۔ عینا اور حیا نے فوراً کمر کس لی تھی اور گھر کی صفائی میں جت گئی تھی۔ وہ جانتی تھیں جیسے ہی عزیز و اقارب کو رافعہ بیگم اور اعجاز صاحب کی عمرے سے واپس آنے کی خبر ملے گی مبارکباد دینے آنے والوں کا تانتا بندھ جائے گا۔
اور ہوا بھی یہی تھا وہ گھر کی صفائی سے فارغ ہی ہوئی تھیں کہ آس پڑوس کی خواتین رافعہ بیگم سے ملنے آگئی تھیں۔ اور پھر یہ سلسلہ ہفتے دو ہفتے تک چلا تھا۔
یہ سلسلہ ختم ہوا تو ان تینوں نے شکر ادا کیا تھا رافعہ بیگم ان تینوں کے لیے اچھی خاصی شاپنگ کر کے لائی تھیں عینا کے لیے لی گئی ہر چیز منال اور حیا جیسی تھی۔ ہر چیز ان کے برابر تھی یہ سب دیکھ کر عینا کے دل میں ان کے لیے محبت مزید بڑھ گئی تھی۔ وہ جانتی تھی وہ زندگی بھر رافعہ بیگم کی محبتوں کا قرض نہیں چکا پائے گی۔

☼ ☼ ☼

زندگی پھر سے پرانی ڈگر پر چل نکلی تھی۔ منال کالج چلی جاتی تھی حیا اور عینا گھر کے کاموں کے ساتھ ساتھ ڈھیروں باتیں اور چھوٹے موٹے لڑائی جھگڑے کرتیں اور ناول کے کرداروں پر باتیں کرتیں۔
عینا اپنی زندگی سے خوش اور مطمئن تھی کہ اچانک ایک دن وہ آگئیں۔ جس کا وہ سالوں سے انتظار کر رہی تھی۔ شہناز آفندی۔
عینا نے سوچا ہوا تھا کہ وہ جب ماں سے ملے گی تو خوب خفگی کا اظہار کرے گی۔ بیس سال میں جتنے شکوے شکایات جمع ہوئی ہیں سارے کہہ دے گی۔ ان سے لڑے گی کہ وہ اسے چھوڑ کر کیوں گئیں۔
پر ایسا کچھ نہ ہوا۔ شہناز آفندی کو سامنے بانہیں پھیلائے دیکھ کر وہ سارے شکوے شکایات بھول کر ان کے گلے لگ گئی تھی' اسے یاد ہی نہیں رہا تھا کہ کیا کہنا ہے وہ تو بس روئے جا رہی تھی۔
اس کے پاس ماں جیسے پھپھو تھیں پر پھر بھی ماں کی کمی اپنی جگہ موجود تھی۔ ہم عمر کے کسی بھی حصے میں پہنچ جائیں ہمیں ہر تکلیف ہر دکھ میں سب سے پہلے جو ہستی یاد آتی ہے وہ ماں ہے۔
شہناز آفندی محبت اور شفقت سے اس کے بالوں

میں ہاتھ پھیرتی اپنی مجبوریاں بیان کر رہی تھیں۔

"تمہیں چھوڑ کر جانا میری مجبوری تھی۔ اتنے سالوں میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا جب تمہارا خیال یا تمہاری یاد نہ آئی ہو" وہ اس کے کسی شکوے سے پہلے ہی صفائی دینا شروع ہو گئی تھیں۔

"بارہا سوچا تمہیں فون کروں پر میرے پاس تمہاری پھپھو کا نمبر نہیں تھا۔"

"اپنی ماں کو معاف کر دو۔ میں نے اتنے سال تمہاری خبر تک نہیں لی۔" "پلیز مجھے گناہ گار نہ کریں۔ مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

عینا نے ان سے الگ ہوتے ہوئے انہیں یقین دلایا تھا۔

"تم سچ کہہ رہی ہو نا؟"

"جی۔"

"میں تمہیں لینے آئی ہوں۔ تم میرے ساتھ چلو۔"

عینا نے حیرت سے انہیں دیکھا تھا اس نے یہ تو بارہا سوچا تھا کہ شہناز آفندی آئیں گی پر کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ اسے لینے آئیں گی۔

"میں اب تمہیں خود سے دور نہیں کروں گی۔ میں جب تک پاکستان میں نہیں تھی تب تک بات اور تھی۔ پر اب تم میرے ساتھ رہو گی۔" شہناز آفندی نے پیار سے اس کے گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"تم جلدی سے اپنا سامان پیک کر لو۔"

"پر بھابھی عینا یہاں خوش ہے آپ اسے کیوں لے کر جا رہی ہیں؟" رافعہ بیگم پہلی بار کچھ بولی تھیں۔

"رافعہ یہ اس کا گھر نہیں ہے۔ میں اس کی ماں ہوں۔ اسے میرے ساتھ رہنا چاہیے۔ اور ویسے بھی جب میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے تو میری بیٹی ایسی زندگی کیوں گزارے۔" ان کا آخری جملہ سن کر رافعہ بیگم دوبارہ نہیں بولی تھیں۔ عینا نے ان کے ساتھ جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"تم جا رہی ہو...؟" حیا اور منال نے حیرت اور بے یقینی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہاں۔" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"پر کیوں؟"

"یہ میرا گھر نہیں ہے حیا، مجھے اپنی ماں کے ساتھ رہنا چاہیے۔ بہت دن تم لوگوں پر بوجھ بن گئی۔"

"ہم نے کبھی تمہیں محسوس ہونے دیا کہ یہ تمہارا گھر نہیں ہے۔ کبھی تمہیں بوجھ سمجھا...؟" حیا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا تھا۔

"یہ تو تم لوگوں کا بڑا پن ہے۔" عینا نے مشکور نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ "اور مجھے اس گھر سے جتنی محبتیں ملی ہیں وہ میں کبھی نہیں بھلا سکتی۔ میں تم لوگوں کا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

عینا نے جھلمل کرتی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا اس گھر کو چھوڑ کر جانا اس کے لیے اتنا آسان نہیں تھا اس گھر کے در و دیوار سے اس کی یادیں وابستہ تھیں اس گھر کے مکینوں کی دی ہوئی محبت کا قرض وہ ساری زندگی نہیں چکا سکتی تھی۔

اس نے آنکھوں میں آئے آنسو صاف کرتے ہوئے اپنا سامان بیگ میں ڈالنے لگی تھی۔

"ایسے بھی کوئی جاتا ہے بھلا۔" منال نے جھنجلاتے ہوئے کہا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کس طرح عینا کو روک لے۔

"جانے والوں کو ایسے الوداع کیا جاتا ہے بھلا؟" عینا نے دونوں کو خفگی سے دیکھتے ہوئے کہا تھا اس نے ضروری سامان بیگ میں ڈال دیا تھا اور اب کھڑی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ حیا اٹھی تھی اور بڑھ کر اس سے گلے ملتے ہوئے پوچھا تھا۔

"مجھے بھول تو نہیں جاؤ گی...؟"

"تم بھی کوئی بھولنے والی چیز ہو۔" عینا نے کچھ ایسے انداز میں کہا تھا کہ حیا نے ماتھے پر بل ڈالتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب دنیا کی ذہین فطین لڑکی حیا اعجاز کو کون بھول سکتا ہے۔" عینا نے مسکراتے ہوئے کہا تھا تو وہ دونوں ہنس پڑی تھیں۔

وہ منال سے ملنے کے بعد بیگ اٹھا کر باہر آ گئی تھی۔ شہناز آفندی تو جیسے اس کے انتظار میں تھیں اسے آتا دیکھ کر فوراً" اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"بھابھی کھانا وغیرہ تو..." رافعہ بیگم نے حق میزبانی نبھایا۔

"نہیں کھانے کو رہنے دو... چلو عینا"

عینا رافعہ بیگم کے پاس آئی تھی۔

"اچھا پھپھو۔"

"اللہ تمہیں ہمیشہ اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ تمہارا جب دل چاہے آجانا اس گھر کے دروازے ہمیشہ کھلے ملیں گے۔" رافعہ بیگم نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے کہا تھا۔

"اور آپ بھی مجھ سے ملنے آتی رہیے گا۔" عینا نے لاڈ سے ان کے گلے میں بازو ڈالتے ہوئے کہا تھا شہناز آفندی کو پھپھو بھتیجی کا یہ پیار بڑا ناگوار گزرا تھا۔

"عینا دیر ہو رہی ہے۔" شہناز آفندی نے ہاتھ میں پکڑے بیش قیمت آئی فون کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

حیا، منال اور پھپھو اسے گیٹ تک چھوڑنے آئی تھیں۔

شہناز آفندی کے ساتھ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس نے مڑ کر انہیں دیکھا حیا اور منال نے ہاتھ ہلایا تھا وہ بھی ہاتھ ہلاتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔

اس کی زندگی ایک نیا موڑ لینے جا رہی تھی۔ ڈرائیور نے فوراً" گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔

☼ ☼ ☼

"آپ پاکستان کب آئیں؟"

"یہ تم مجھے "آپ" کہہ کر مخاطب کیوں کر رہی ہو۔ اپنا آپ مجھے غیر غیر سا لگتا ہے۔ ماما کہا کرو مجھے، عمار بھی یہی کہتا ہے۔" شہناز آفندی نے بڑی خوب صورتی سے اس کا سوال گول کرتے ہوئے کہا تھا۔

"عمار۔" عینا نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

"تمہارا بھائی ہے تمہیں اس سے مل کر خوشی ہوگی۔ اولیول کر رہا ہے۔" شہناز بیگم نے عمار کا غائبانہ تعارف کروایا تھا۔

عینا کو خوشی ہوئی تھی گو ہر بھائی ہمیشہ حیا اور منال کی طرح اس کا خیال رکھتے تھے ان کا رویہ ہمیشہ بڑے بھائیوں والا ہی ہوتا تھا پر آج یوں اچانک عمار کا سن کر اسے بہت خوشی ہوئی تھی کہ اس کا اپنا بھائی بھی موجود ہے پر رات کھانے کی میز پر عمار سے مل کر اسے تھوڑی مایوسی ہوئی تھی شہناز بیگم نے جب اس کا تعارف کروایا تھا تو عمار نے کوئی خاص خوشی کا اظہار نہیں کیا تھا بلکہ ایک نظر مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا اور کھانے میں مگن ہو گیا تھا۔ ڈائننگ ٹیبل پر ایک اور نوجوان بھی موجود تھا جو بہت خاموشی سے کھانا کھا رہا تھا اس کے انداز میں بے نیازی تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا اسے اردگرد کے ماحول سے کوئی لینا دینا نہیں ہے وہ کھانا کھا رہا تھا خاموشی سے وہاں سے چلا گیا تھا۔ آفندی انکل بزنس ٹرپ پر گئے ہوئے تھے وہ ان سے نہیں مل سکی تھی۔

رات جب ملازمہ دودھ کا گلاس لے کر اس کے کمرے میں آئی تھی تو وہ ڈائننگ ٹیبل پر موجود اس نوجوان کے متعلق خود کو پوچھنے سے باز نہیں رکھ سکتی تھی۔

"وہ... وہ تو جی وجدان صاحب ہیں۔ بڑے صاحب کی پہلی بیوی کے بیٹے۔ بہت اچھے ہیں۔ پر بیگم صاحبہ کا رویہ..." ملازمہ کہتے کہتے فوراً" رک گئی تھی اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا وہ شہناز آفندی کی بیٹی کے سامنے اس کی برائی کرنے جا رہی تھی۔

"رویہ کیا۔ اپنی بات مکمل کرو۔"

"کچھ نہیں جی۔ بس غلطی سے بات منہ سے نکل گئی۔ میں یہ دودھ کا گلاس رکھ کر جا رہی ہوں۔ آپ یاد سے پی لیجیے گا۔" ملازمہ نے دودھ کا گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھا تھا اور تیزی سے کمرے سے نکل گئی تھی۔

عینا حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

اس کا دودھ پینے کا موڈ نہیں تھا اس نے کمرے کی لائٹ آف کر دی تھی اور سونے کی کوشش کرنے لگی

تھی۔ رات اسے ٹھیک سے نیند نہیں آئی تھی۔ اور صبح آنکھ کھلتے ہی اس نے حیا اور منال کی تلاش میں نظر دوڑائی تھی پر کمرے کے فرنیچر پر نظر پڑتے ہی اسے فوراً" یاد آیا تھا وہ حیدر آباد چھوڑ آئی ہے۔ وہ اب کراچی میں اپنی ماں کے پاس ہے۔

"میں تمہارا ایڈمیشن کروا رہی ہوں۔ میں چاہتی ہوں تم اپنی تعلیم مکمل کرو۔ اپنا لائف اسٹائل چینج کرو۔ آج تم میرے ساتھ شاپنگ کے لیے چلنا۔ اور پارلر میں ٹائم لے لیا ہے میں نے۔" وہ ناشتا کرتے ہوئے بتا رہی تھیں۔

عینا کا آگے پڑھنے کا موڈ نہیں تھا پر یہاں سارا دن گھر میں بور ہونے سے بہتر یہی تھا وہ آگے ایڈمیشن لے لے۔ یہاں ہر کام کے لیے ملازموں کی فوج تھی۔

شاپنگ اور پارلر سے آکر وہ بہت تھک گئی تھی۔

رات کھانے پر ایاز آفندی سے بھی ملاقات ہوگئی تھی۔ انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا اور پھر شہناز آفندی کو اپنے بزنس ٹرپ کا احوال بتاتے رہے تھے۔

آج عمار کھانے پر موجود نہیں تھا اور وجدان ہمیشہ کی طرح اردگرد سے بے نیاز کونے والی کرسی پر بیٹھا خاموشی سے کھانا کھا رہا تھا جیسے اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہو۔

☆ ☆ ☆

اگر مائرہ نہ ہوتی تو اسے یہاں ایڈجسٹ ہونے میں کافی پرابلم ہوتی مائرہ ایاز آفندی کی بھتیجی تھی۔ ساتھ والا بنگلہ ایاز آفندی کے بھائی عباس آفندی کا تھا۔ اور سب سے اچھی بات کہ مائرہ اس کی کلاس فیلو بھی تھی۔

مائرہ کا ساتھ اس کے لیے کسی نعمت سے کم نہیں تھا۔ وہ اکثر بور ہوتی تو اس کے گھر چلی جاتی تھی۔ پر اس نے نوٹ کیا تھا کہ مائرہ اس کے گھر بہت کم آتی ہے ہمیشہ اسے فون کر کے بلا لیتی ہے۔ پر خود نہیں آتی۔

آج اتوار تھا اس کا مائرہ کی طرف جانے کا موڈ تھا پر ملازمہ ابھی کچھ دیر پہلے اسے بتا کر گئی تھی کہ شہناز بیگم اسے بلا رہی ہیں۔

"کیوں۔ خیریت؟" اس نے سوالیہ نظروں سے ملازمہ کو دیکھا تھا۔

"وہ زیب بی بی آئی ہیں۔"

"زیب کون؟"

"بیگم صاحبہ کی بہن۔"

عینا مسکرائی تھی وہ جب سے یہاں آئی تھی، ہر ہفتے کسی نئے رشتے دار سے ملاقات ہوتی تھی، وہ تمام رشتے دار جو سالوں سے غائب تھے' ایک ایک کر کے سامنے آرہے تھے۔

"شہنی تم نے بہت اچھا کیا جو اسے یہاں لے آئیں۔ اصولاً تو تمہیں پاکستان شفٹ ہوتے ہی اسے اپنے پاس لے آنا چاہیے تھا' پر چلو شکر ہے تمہیں ابھی بھی اس کا خیال تو آگیا۔ دیر آید درست آید۔" زیب النساء نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"زیبی میرے بس میں ہوتا تو اسے کبھی خود سے دور ہی نہ کرتی۔ بس کچھ مجبوریاں تھیں۔" اس سے پہلے کہ شہناز اپنی خود ساختہ مجبوریاں بیان کرتیں کہ زیبی نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ارے بس رہنے دو۔ میرے سامنے زیادہ ڈرامے بازی مت کرو جانتی ہوں تمہیں۔ آفندی شروع سے تمہارے قابو میں تھا۔ تم چاہتیں تو اسے دبئی بھی ساتھ لے کر جاسکتی تھیں۔ پر چھوڑو پرانی باتوں کو۔ بلاؤ تو سہی اسے۔ آخری بار ڈیڑھ سال کی تھی جب اسے دیکھا۔"

"ملازمہ کو بھیجا ہے آتی ہوگی۔" شہناز آفندی کی بات مکمل ہی ہوئی تھی کہ **عینا** کمرے میں داخل ہوئی۔

"**عینا** یہ تمہاری آنٹی ہیں زیب۔" شہناز آفندی نے تعارف کروایا تھا زیب النساء بڑی گرم جوشی سے ملی تھیں۔ پھر گھنٹے تک **عینا** سے ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہی تھیں۔ وہ جاتے ہوئے **عینا** کو اپنے گھر آنے کی دعوت دے کر گئی تھیں۔

☆ ☆ ☆

آج صبح ہی ماما نے اسے بتا دیا تھا کہ آج انہیں کسی پارٹی میں ان کے ساتھ چلنا ہے' وہ ناچاہتے ہوئے بھی تیار ہو رہی تھی' پتا نہیں کیوں وہ ماما کی ہر بات پر سر جھکا لیتی تھی۔ وہ ابھی تک اس ماحول میں رچ بس نہیں سکی تھی۔ وہ جب سے یہاں آئی تھی منال اور حیا سے دوبارہ کبھی بات نہیں ہو سکی تھی۔ وہ افسردہ تھی۔ انہوں نے ایک بار بھی اس سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ اسے لگا تھا وہ لوگ شاید اس کے جانے پر شکر منا رہی ہوں گی۔

"کیا واقعی انہیں میری یاد نہیں آتی ہوگی؟" اس نے خود سے سوال کیا تھا۔ "جب میں آ رہی تھی' تب تو وہ دونوں بہت رو رہی تھیں۔" اس نے خود کلامی کی تھی۔

ملازمہ نے دروازہ بجا کر اسے شہناز بیگم کا حکم سنایا تھا۔ وہ جلدی آجائے' وہ نیچے اس کا انتظار کر رہی ہیں۔ عینا نے جلدی جلدی تیاری کمپلیٹ کی تھی اور ایک نظر خود کو آئینے میں دیکھ کر بیڈ سے ہینڈ بیگ اٹھا کر جلدی سے کمرے سے نکل کر تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگی تھی۔ شہناز بیگم اسے دیکھتے ہی پورچ کی طرف چل پڑی تھیں۔

اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا تھا اور اندر بیٹھ گئی تھی۔

"مجھے تمہیں دیکھ کر بری طرح اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے' مجھے تمہیں وہاں نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔ تمہارے اندر وہ اعتماد نہیں ہے جو شہناز آفندی کی بیٹی میں ہونا چاہیے تھا۔" عینا انہیں دیکھ کر رہ گئی تھی اور وہ افسوس بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

مسز جمال کا لان روشنی میں نہایا ہوا تھا۔ وہاں رات میں بھی دن کا سماں تھا۔ شہناز بیگم سب سے باری باری اس کا تعارف کروا رہی تھیں۔ عینا چہرے پر زبردستی مسکراہٹ سجائے سب سے مل رہی تھی۔

عینا نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اسے یوں خوش مزاجی کا ڈھونگ رچانا پڑے گا۔ پھپھو کے گھر کی طرح بے تحاشا ہنستا بولنا تو وہ کب کا چھوڑ چکی تھی۔ اسے اپنا آپ کسی مشینی انسان جیسا لگ رہا تھا یا پھر ایسی کٹھ پتلی جس کی ڈور شہناز بیگم کے ہاتھ میں تھی۔ شہناز بیگم کبھی اس سے اس کی مرضی نہیں پوچھتی تھیں۔ بس اسے اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیتی تھیں اور وہ خاموشی سے سر جھکا لیتی تھی۔

یہاں محفل موسیقی کا بھی انتظام تھا۔ لان کے ایک طرف اسٹیج پر کوئی گلوکار مائیک تھامے کوئی غزل گا رہا تھا' جسے کچھ خاص پسند نہیں کیا جا رہا تھا۔

"مسز جمال یہ آپ نے کس بے سرے سنگر کو بلا لیا۔" مسز انصار نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا اور ساتھ ہی شہناز بیگم کی رائے جاننا چاہی تھی۔

"کیوں مسز آفندی ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟"

"ہاں مسز انصاری ٹھیک کہہ رہی ہیں۔"

"پتا نہیں... یار جمال تو آج تھے نہیں' ان کے مینجر نے ہی یہ گل کھلایا ہوگا۔" مسز جمال نے شان بے نیازی سے کہا تھا۔

"اس سے اچھا تو میری عینا گا سکتی ہے۔"

"او ریئلی..." شہناز بیگم کی بات پر مسز جمال نے حیرت سے پوچھتے ہوئے عینا کو دیکھا تھا۔

"ہاں بہت سریلی آواز ہے اس کی۔" شہناز بیگم نے بڑے فخر سے کہا تھا۔

"چلو پھر ہٹاؤ اس بے سرے سنگر کو' عینا کچھ سنائے گی ہمیں۔" مسز انصاری کی بات پر عینا نے گھبرا کر شہناز بیگم کو دیکھا تھا۔ وہ اتنے سارے لوگوں کے سامنے نہیں گا سکے گی۔ پر شہناز بیگم اس کی گھبراہٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے مسز انصاری کی بات کی تائید کر رہی تھیں۔

"ماما..." اس نے بے چارگی سے انہیں پکارا تھا۔ شہناز بیگم نے ایک نظر اسے دیکھا تھا۔ وہ ان کی نظر کا مفہوم سمجھ گئی تھی۔ وہ اپنی دوستوں میں اپنی انسلٹ نہیں کروانا چاہتی تھیں اور پھر وہ مسز جمال کے ہمراہ اسٹیج پر آگئی تھی۔

"حاضرین! آپ کی سماعتوں پر جو ظلم ہوا اس کے لیے میں معذرت خواں ہوں۔" مسز جمال نے مائیک

تھامتے ہوئے تمام لوگوں کو متوجہ کیا تھا۔

"پر اب آپ کی سماعتوں پر مزید ظلم نہیں ہو گا۔ کیونکہ مسز آفندی کی بیٹی عمنا بہت خوب صورت گاتی ہیں اور اب یہ مائیک میں ان کے حوالے کر رہی ہوں۔ وہ اپنی خوب صورت آواز سے آپ کے کانوں میں رس گھولیں گی۔" مسز جمال نے بات مکمل کی تھی تو لان میں تالیوں کا شور گونج رہا تھا۔ عمنا نے لان میں جمع اس ہجوم کو دیکھا تھا۔ وہ بڑی مشکلوں سے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاسکی تھی۔ مسز جمال نے مائیک تھما کر اسٹیج سے اتر گئی تھیں۔

عمنا نے مائیک تھامتے ہوئے شہناز بیگم کو دیکھا تھا۔ وہ اس کی حوصلہ افزائی کے لیے مسکرائی تھیں۔

اے جذبہ دل گر میں چاہوں
ہر چیز مقابل آجائے
منزل کے لیے دو گام چلوں
اور سامنے منزل آجائے
اے دل کی خلش چل یوں ہی سہی چلتا تو ہوں ان کی محفل میں
اس وقت مجھے چونکا دینا جب رنگ پہ محفل آجائے
آتا ہے جو طوفاں آنے دو کشتی کا خدا خود حافظ ہے
مشکل تو نہیں ان موجوں میں بہتا ہوا ساحل آجائے
اے رہبر کامل چلنے کو تیار تو ہوں پر یاد رہے
اس وقت مجھے جھٹکا دینا جب سامنے منزل آجائے

اس نے گانے کے دوران ایک بار بھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ غزل مکمل ہوئی تو اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تھا۔ وہ ہق دق سی رہ گئی تھی۔ سامنے گوہر بھائی کھڑے تھے ان کی نظروں میں ناپسندیدگی کا عنصر واضح تھا۔ وہ تو اسے گھر میں گاتا دیکھ کر غصہ ہو جاتا تھا اور وہ یہاں اتنے لوگوں میں گا رہی تھی۔ یہ وہ کیسے پسند کر سکتا تھا۔ تالیوں کا شور بتا رہا تھا کہ اس کی غزل بہت پسند کی گئی ہے۔ یعنی اسے صرف خوش فہمی نہیں تھی کہ وہ خوب صورت گا سکتی ہے۔ وہ حقیقت میں بہت اچھا گاتی ہے' پر وہ آج اس بات پر خوش نہیں ہو سکی تھی' وجہ گوہر کی ناراضی تھی۔ اسے بس یہ ہی فکر ستا رہی تھی کہ گوہر کو برا لگا ہو گا۔ وہ اسٹیج سے نیچے اتر گئی تھی۔

"واؤ... زبردست۔" مسز انصاری اور مسز جمال اس کی تعریفوں میں رطب اللسان تھیں' پر اس کی نظریں گوہر کو ڈھونڈ رہی تھیں جو نہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا۔ "گوہر بھائی! یہاں کیسے آئے؟"

"ہو سکتا ہے مسز جمال کی فیملی اسے جانتی ہو۔ ہاں اور یہ بھی ہو سکتا ہے وہ جمال صاحب کے آفس میں کام کرتے ہوں... پر گوہر بھائی کو مجھ سے مل کر جانا چاہیے تھا۔ بالکل بھول گئے ہیں وہ لوگ مجھے۔ نہ کبھی فون کرتے ہیں' کیا پھپھو کو بھی میرا خیال نہیں آتا ہو گا۔ کتنا پیار کرتی تھیں پھپھو مجھ سے اور اب کبھی فون کر کے خیریت تک نہیں پوچھتیں۔

ہو سکتا ہے وہ یہ سوچتی ہوں کہ میں اپنی ماں کے پاس خوش ہوں گی... خوش... کیا میں خوش ہوں؟ اس نے خود سے سوال کیا تھا۔

کیا خوشی یہ ہوتی ہے کہ آپ کی زندگی میں پیسوں کی ریل پیل کر دی جائے اور آپ کو محبتوں سے محروم کر دیا جائے" اس نے ایک نظر ارد گرد لوگوں پر دوڑائی تھی۔ ہنستے مسکراتے چہرے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ ہر غم' ہر فکر سے آزاد ہیں۔ پر عمنا کو یہ سب مصنوعی لگتا تھا۔ ان کی ہنسی ان کی محبتیں سب مصنوعی لگتی تھیں۔

اس کا دل چاہا تھا وہ یہاں سے چلی جائے۔ پر جانتی تھی شہناز بیگم ایک دو گھنٹے سے پہلے نہیں جانے والی اور مجبوراً" اسے بھی انتظار کرنا پڑے گا۔

زندگی میں پہلے کبھی اس نے خود سے اتنی باتیں نہیں کی تھیں' جتنی وہ یہاں آکر کرنے لگ گئی تھی۔ جب ہمارے پاس کوئی سننے والا نہ ہو تو ہم اپنی باتیں خود سے ہی کرنے لگ جاتے ہیں۔

"ہائے..." اس نے سر اٹھا کر سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا تھا جو اس سے ہی مخاطب تھی۔

"میں زوبا انصاری ہوں۔ وہ میری ماما ہیں۔" اس

نے مسز انصاری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔ وہ اگر یہ نہ بھی بتاتی تو عینا اندازہ لگالیتی کیونکہ زوہا کے نقوش مسز انصاری سے کافی ملتے تھے۔

"آپ شہناز آنٹی کی بیٹی ہیں نا؟" زوہا کے سوال پر اس نے اثبات میں سرہلا دیا تھا۔

"آپ کو کیسے پتا چلا؟" اسے حیرت ہوئی تھی۔ حالانکہ کچھ دیر پہلے مسز جمال نے سب کو بتایا تھا' پر یہ بات اس کے ذہن سے نکل گئی تھی۔ وہ بس یہ سوچ رہی تھی کہ وہ اس کے نقوش' اس کی عادات و اطوار کچھ بھی شہناز بیگم پر نہیں گئے۔ وہ اپنے بابا پر گئی ہے اور یہ بات اکثر پھپھو کہا کرتی تھیں۔

"ابھی زیبی آنٹی نے بتایا اور اکثر آپ کو مائرہ کے ساتھ دیکھا ہے۔"

زوہا کے ساتھ باتوں میں اسے وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوا تھا۔ شہناز بیگم نے جب واپسی کا قصد کیا تو اس نے شکر ادا کیا تھا۔ مسز انصاری کا بیٹا شارق انہیں لینے آیا تھا۔ زوہا نے بطور خاص شارق کو اس سے ملوایا تو اس کا ماتھا ٹھنکا تھا۔ شارق کا رویہ ایسا تھا کہ اس نے ایک منٹ لگائے بغیر اسے "چھچھورا" کا خطاب دے ڈالا تھا۔

گاڑی تک آتے آتے شارق نے عینا کا خاصا دماغ کھالیا تھا۔ وہ فورا" گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔ شہناز بیگم بھی مسز انصاری کو الوداعیہ کلمات کہتی ہوئی گاڑی میں بیٹھ گئی تھیں۔

ان کے بیٹھتے ہی ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کردی تھی۔ گاڑی گھر کی طرف رواں دواں تھی۔ مسز آفندی کا فون بجا تھا۔ انہوں نے کال ریسیو کرتے ہوئے فون کان کو لگالیا تھا۔

ان کے انداز سے عینا نے فورا" اندازہ لگالیا تھا کہ دوسری طرف آفندی انکل ہوں گے۔ وہ کوشش کے باوجود بھی انہیں پاپا یا بابا نہیں کہہ پائی تھی۔ حالانکہ شہناز بیگم نے اس کے انکل کہنے پر اسے دو تین بار ٹوکا تھا۔

"اوہ۔ آپ مجھے فون کرکے بتادیتے۔" عینا نے انہیں دیکھا تھا۔ کچھ ہی دیر میں اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ آفندی انکل کو آفیشل کام سے کہیں جانا پڑگیا ہوگا۔ وہ اکثر کاروبار کے سلسلے شہر یا ملک سے باہر جاتے رہتے تھے۔ گھر میں داخل ہوکر وہ سیدھی اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔ شہناز بیگم جو اس سے تھوڑی ہی پیچھے تھیں۔ ملازمہ سے عمار کے متعلق پوچھنے لگیں۔

"عمار بابا تو ابھی تک گھر نہیں آئے۔" سیڑھیاں چڑھتی ہوئی عینا نے مڑکر شہناز بیگم کے ایکسپریشن دیکھنے چاہے تھے۔

"چلو کوئی نہیں' دوستوں میں ہوگا۔ میں سونے جارہی ہوں۔ وہ آئے تو اسے کھانا دے دینا۔" وہ ملازم کو حکم دے کر اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھ گئی تھیں۔ عینا کو افسوس ہوا تھا۔ شہناز بیگم کی اسی ڈھیل نے عمار کو اچھا خاصا بگاڑ دیا تھا۔

مائرہ ٹھیک ہی کہتی ہے عمار کو بگاڑنے میں ماما کا ہاتھ ہے۔ وہ جب سے یہاں آئی تھی عمار کو بہت کم گھر میں دیکھا تھا۔ وہ زیادہ دیر باہر دوستوں میں ہی رہتا تھا۔

چینج کرکے جب وہ سونے کے لیے لیٹی تو اسے گوہر کا خیال آیا تھا۔ گوہر بھائی کو آج مجھ سے مل کر جانا چاہیے تھا۔ پر انہیں تو بہت برا لگا ہوگا۔ کتنا ناراض لگ رہے تھے۔ اسے گوہر کے ایکسپریشن یاد آئے تھے۔ "پتا نہیں کیا سوچ رہے ہوں گے میرے بارے میں۔" وہ یہ ہی باتیں سوچتے سوچتے نیند کی وادی میں کھوگئی تھی۔

☼ ☼ ☼

اگلے دن اس کے ساتھ عجیب واقعہ پیش آیا تھا۔ وہ یونی ورسٹی سے آکر معمول کے مطابق سوگئی تھی۔ پانچ بجے اٹھ کر نیچے آئی تو ملازمہ کی تلاش میں نظر دوڑائی' اس کا چائے پینے کا موڈ تھا۔

"ہائے۔" عمار کی آواز پر اسے لگا اس کا وہم ہے' اس نے مڑکر دیکھا تو عمار اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اسے خاصی حیرت ہوئی تھی۔ عمار نے اتنے دنوں میں پہلی بار اسے مخاطب کیا تھا۔ آج حیرت انگیز طور پر اس

کا موڈ بہت اچھا تھا۔

"تمہیں میں اچھا نہیں لگتا؟" اس عجیب و غریب سوال پر **عمنا** کو سمجھ نہ آئی کیا جواب دے۔ عمار کی عمر سولہ سترہ سال تھی' پر وہ بڑے اور چھوٹے سے ایک ہی لہجے میں بات کرتا تھا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تم مجھ سے بات نہیں کرتیں... میرا خیال ہے تمہیں میں پسند نہیں ہوں۔" وہ اپنا نوٹ بک ہاتھ میں لیے مسلسل ٹائپنگ کر رہا تھا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں... بلکہ میں سمجھی تھی کہ تمہیں میرا یہاں آنا اچھا نہیں لگا۔" **عمنا** نے اپنے دل میں چھپے خدشے کا اظہار کر دیا تھا۔

"مجھے کیوں برا لگے گا' تم ماما کی بیٹی ہو۔" **عمنا** "ماما کی بیٹی" جملے میں الجھ گئی تھی۔

وہ کافی دیر اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا تھا۔ **عمنا** کی رائے اس کے بارے میں تھوڑی سی تبدیل ہوئی تھی۔ پھر وہ کسی کام سے باہر چلا گیا تھا۔ **عمنا** کا موڈ تھوڑا بہتر ہو گیا تھا۔ اسے عمار سے بات کر کے خوشی ہوئی تھی۔ عمار کا اسے مخاطب کرنا ہی اس کے لیے بہت خوشی کی بات تھی۔

رات ڈنر کے بعد عمار باہر نہیں گیا تھا۔ اس کے کمرے کی لائٹس آن تھی۔ **عمنا** کا دل چاہا عمار سے باتیں کرنے کو' اس نے دو کپ چائے بنائی اور ٹرے میں رکھ کر عمار کے کمرے کی طرف چل پڑی تھی۔

اس نے کمرے کے دروازے پر ذرا سا زور دیا تو کمرہ کھلتا چلا گیا تھا۔ کمرے کے اندر کا منظر دیکھ کر وہ جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی تھی۔

سگریٹ کا دھواں اڑاتا عمار فون پر کسی سے بات کرنے میں مصروف تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے چونک کر **عمنا** کو دیکھا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات لمحے میں بدلے تھے۔ اس نے فوراً" کال ڈسکنکٹ کی تھی اور قہر برساتی نظروں سے دروازے میں کھڑی **عمنا** کو دیکھا تھا۔

"تم... ال مینرڈ' جاہل لڑکی... تمہیں تمیز نہیں ہے کسی کے کمرے میں آنے سے پہلے ناک کرتے ہیں۔" عمار جانے کیا کچھ کہہ رہا تھا۔ **عمنا** کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ اسے ایک لفظ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ تو بس اس کے ہتک آمیز لہجے کو سن رہی تھی۔

"اب یہاں کھڑی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو' دفع ہو جاؤ۔" وہ دہاڑا تھا۔ **عمنا** آنکھوں میں آئے آنسو چھپاتی واپس کچن میں چل دی تھی۔ ٹرے کچن کی سلیب پر رکھی اور اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ اس نے اتنی محبت سے بنائی چائے وہیں چھوڑ دی تھی۔

وہ جی بھر کے رونا چاہتی تھی۔ اس نے کمرے کی لائٹ آف کر دی تھی اور بیڈ پر ڈھے گئی تھی۔ زندگی میں پہلی بار کسی نے اس سے اس لہجے میں بات کی تھی۔ اس کی اتنی تذلیل کی تھی۔

اس نے خود سے عہد کر لیا تھا کہ اب دوبارہ کبھی عمار سے بات نہیں کرے گی۔

☆ ☆ ☆

آج مائرہ یونیورسٹی نہیں آئی تھی۔ وہ بہت بور ہوئی تھی' اپنی کلاس فیلوز سے اس کی بات چیت رسمی سی تھی۔ اس نے فون کر کے گاڑی منگوالی تھی۔ وہ واپس گھر جا رہی تھی۔ ڈرائیور نے اسے دیکھ کر فوراً" گاڑی کا دروازہ کھولا تھا۔ وہ بڑھ کر گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔ اپنی بکس اور بیگ ساتھ والی سیٹ پر رکھ لیے تھے۔ ڈرائیور گاڑی اسٹارٹ کر رہا تھا۔ اس نے ماتھے پر آئی لٹوں کو پیچھے کیا تھا اور کہنی گاڑی کی کھڑکی پر ٹکائے باہر کے منظر دیکھ رہی تھی۔ شہناز آفندی نے اس کا میک اوور کروایا تھا۔ وہ خاصی چینج ہو گئی تھی۔ پر وہ مطمئن نہیں ہوئی تھیں' وہ جانے اسے کیا بنانا چاہ رہی تھیں۔ شاید وہ اس کے لائف اسٹائل سے مطمئن نہیں ہو پا رہی تھیں۔ وہ چاہتی تھیں کہ وہ مکمل طور پر ان کے ماحول میں رچ بس جائے' پر یہ اتنا آسان نہیں تھا **عمنا** کے لیے۔

اس نے ساری زندگی پھپھو کے زیر اثر گزاری تھی۔ ان کی تربیت کا گہرا اثر تھا اس کی شخصیت پر...

اسے لگتا تھا وہ جب سے یہاں آئی ہے اس میں اعتماد کی کمی ہو گئی ہے۔ حیا اور منال کے ساتھ گھنٹوں بے تکی باتیں کرنے والی عینا اب ضرورت کے تحت ہی بولتی تھی۔

حیدر آباد میں گزارے دن اس کی زندگی کے بہترین دن تھے۔ یہاں صرف ایک مائرہ ہی تھی جس سے اس کی تھوڑی بہت دوستی تھی۔ باقی آفندی ہاؤس میں رہنے والے افراد بظاہر تو ایک چھت تلے رہتے تھے پر ان کے بیچ صدیوں کا فاصلہ محسوس ہوتا تھا۔

عمار سوتیلا ہی سہی اس کا بھائی تو تھا' پر عمار کا رویہ اس کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ عمار گھر میں صرف شہناز آفندی سے ہی زیادہ تر بات کرتا تھا۔ وہ بھی اس صورت میں جب اسے پیسے چاہیے ہوتے تھے یا پھر موبائل چینج کرنا ہوتا تھا یا پھر بائیک کا ماڈل چینج کرنا ہوتا تھا۔ وجدان سے اس کی نفرت اس کے رویے سے ظاہر ہوتی تھی۔ وجدان کی اپنی الگ دنیا تھی' وہ سب سے کٹ کے رہتا تھا۔ خاموش' اداس' خفا خفا سا۔ وہ اتنے دن سے یہاں تھی ایک بار بھی وجدان سے بات نہیں ہوئی تھی۔

آفندی انکل بزنس ٹرپ پر جاتے رہتے تھے۔ وہ کم ہی گھر پر دکھائی دیتے تھے۔ گھر کا مکمل کنٹرول شہناز آفندی کے ہاتھ میں تھا۔

گاڑی آفندی ہاؤس کی جانب رواں دواں تھی۔ عینا باہر کے منظر دیکھنے میں مگن تھی' جب اچانک اسے ایک خیال آیا تھا۔ آج تیس اپریل ہے۔ آج منال کی برتھ ڈے ہے۔ اس کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ آگئی تھی۔ منال نے سات آٹھ ماہ پہلے سب کو برتھ ڈے کے انویٹیشن دینے شروع کر دیے تھے اور ساتھ ساتھ گفٹس کی ہدایات بھی جاری کر دی تھی۔

"عینا تم اس برتھ ڈے پر مجھے گل احمد کا سوٹ لے کر دو گی۔"

"تمہیں شرم نہیں آئے گی' اب تم گل احمد کے کپڑے پہنو گی۔" عینا کے جواب پر کچھ دیر منال ایک لفظ نہیں بول پائی تھی' بلکہ حیرت سے اسے دیکھتی رہی تھی۔

"میرا مطلب ہے گل احمد کی لان۔۔۔" منال نے فوراً" بات کی وضاحت کی تھی۔

"ہاں تو ایسے بولو نا۔۔۔" عینا نے چہرے پر معصومیت سجاتے ہوئے کہا تھا۔

"لے کر دو گی نا؟" منال نے آس بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ وہ یوں ہی منتیں کر کر کے پھپھو اور حیا سے بھی کافی وعدے لے چکی تھی۔

"دیکھی جائے گی۔۔۔ ابھی اپریل میں کافی ٹائم ہے' چھ سات ماہ ہیں۔"

"تم تو ہو ہی کنجوس۔۔۔" منال نے خفگی سے کہا تھا۔

ہارن کی آواز پر وہ حال میں لوٹی تھی۔ وہ گھر پہنچ گئی تھی۔ چوکیدار گیٹ کھول رہا تھا۔ گاڑی گھر میں داخل ہوئی تھی۔ اس نے طویل سانس لے کر اس عالی شان عمارت کو دیکھا تھا۔

گاڑی پورچ میں رکی تو وہ بے زاری سے اپنا بیگ اور بکس اٹھا کر گاڑی سے اتر گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

وہ لنچ کے بعد سو گئی تھی۔ پانچ بجے کے قریب اس کی آنکھ کھلی تھی۔ چہرے پر پانی کے چھینٹے مار کر اس نے سستی کو دور بھگایا تھا۔ اس کا ارادہ مائرہ کی طرف جانے کا تھا۔ خود کو ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں دیکھتے ہوئے اس نے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا اور کیچر لگایا تھا۔ اپنے کمرے سے نکل کر سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ ملازمہ نے اسے دیکھتے ہی چائے کا پوچھا تھا' پر اس نے انکار کر دیا تھا۔

اس نے گیٹ سے ملحق چھوٹے آہنی دروازے پر ذرا سا زور دیا تو وہ کھلتا چلا گیا تھا۔ ساتھ والا گیٹ مائرہ کے گھر کا تھا۔ مائرہ اسے لان میں ہی مل گئی تھی۔ وہ ثمینہ آنٹی کے ساتھ بیٹھی چائے پی رہی تھی۔ اسے دور سے دیکھ کر ہی وہ مسکرائی تھیں۔ اس نے نوٹ کیا تھا' ثمینہ آنٹی اسے شروع میں کچھ خاص پسند نہیں کرتی

تھیں۔ پر اب ان کا رویہ تبدیل ہو گیا تھا۔
"السلام علیکم۔" اس نے چہرے پر مسکراہٹ سجاتے ہوئے سلام کیا تھا۔
"وعلیکم السلام کیسی ہو عمنا؟" ثمینہ آنٹی نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا تھا۔ "میں بالکل ٹھیک ہوں۔" عمنا چیئر پر بیٹھ گئی تھی۔ "میں تمہارے لیے چائے بھیجتی ہوں۔" ثمینہ آنٹی اٹھتے ہوئے بولی تھیں۔ اس نے منع کرنا چاہا تھا' پر وہ اس کی سنے بغیر اندر چلی گئی تھیں۔
"تم آج یونی ورسٹی نہیں آئی' خیریت تھی؟" اس نے مائرہ سے وجہ جاننی چاہی تھی۔
"نہیں... آج صبح سر میں بہت درد تھا' فلو بھی..."
"اوہ... مجھے بتا دیتی... میں بھی نہیں جاتی... میں بہت بور ہوئی آج' اس لیے جلدی آگئی تھی۔"
"سوری... سر میں اتنا درد تھا کہ مجھے خیال ہی نہیں آیا۔" مائرہ نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ کچھ ہی دیر میں ملازمہ چائے کے ساتھ مختلف لوازمات کی ٹرے لیے وہاں آئی۔
"ان سب کی کیا ضرورت تھی۔" اس نے حیرت سے ٹرے پر نظر دوڑاتے ہوئے کہا تھا۔
"یہ سب ماما نے تمہارے لیے بھیجا ہے۔ انہیں تم بہت اچھی لگنے لگی ہوں۔" مائرہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔
"اصل میں جب تم شروع میں یہاں آئی تھی تو ماما کو لگا تھا کہ تم شہناز آنٹی جیسی ہوگی' پر حیرت انگیز طور پر تم ان سے بالکل مختلف ہو۔ شہناز آنٹی فیملی میں کسی سے بنا کر نہیں رکھتیں... اور ہم سے تو کچھ زیادہ ہی خار محسوس کرتی ہیں۔ پتا نہیں کیا وجہ ہے۔" عمنا خاموش بیٹھی سوچ رہی تھی کہ کیا وہ اس بات پر شکر ادا کرے کہ وہ اپنی ماں جیسی نہیں ہے۔
"اور عمار کو تو بہت بگاڑ دیا ہے انہوں نے... اور وجدان کے لیے ان کے دل میں جتنی نفرت ہے وہ تو اندھے کو بھی نظر آجاتی ہے۔ پتا نہیں انکل کو کیوں نہیں نظر آتی۔" عمنا کو خاموش دیکھ کر مائرہ کو فوراً احساس ہوا تھا۔
"تمہیں برا لگا میں نے شہناز آنٹی کو..." عمنا نے مائرہ کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی سر نفی میں ہلا دیا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ اگر اسے برا نہیں لگا تھا تو اچھا بھی نہیں لگا تھا۔ مائرہ کے اصرار کے باوجود اس نے صرف چائے پی تھی۔ مائرہ کے ساتھ کچھ دیر ادھر ادھر کی باتوں کے بعد وہ وہاں سے اٹھ گئی تھی۔ مائرہ اسے گیٹ تک چھوڑنے آئی تھی۔
"اوکے پھر صبح ملیں گے۔" اس نے گیٹ سے قدم باہر نکالا تھا تو مائرہ کی آواز سنی تھی۔ وہ افسردہ سی آفندی ہاؤس کی طرف چل رہی تھی۔ دل بہت اداس تھا۔ گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی' کیا اس کا گھر ہے؟ یا پھر جو گھر وہ چھوڑ کر آئی ہے وہ اس کا گھر ہے؟ دونوں سوالوں کا جواب نفی میں تھا۔

بے ڈال کے پتے
شاخوں سے جدا' سائے سے انجان
جدھر ہوا لے چلے
ڈولتے چلے گرتے پڑتے چلے
رستوں سے بے خبر
منزلوں سے نا آشنا
بھیگتی بارشوں میں سر جھکا کر رو پڑے
جھلتی دھوپ میں چیخ کر رہ گئے
آندھیوں کے شور میں اپنی چیخیں دبائے
ہانپتے کانپتے ہوا کے ساتھ بھاگتے چلے
اور جو ذرا دم لینے کو رکیں
ہوا کے تھپیڑے نہ ٹھہرنے دیں
نہ گلشن کے مکینوں سے شناسائی
نہ کسی دوست کی ہمراہی کا لطیف احساس
دوست ان کے ہوتے ہیں جن کا پتا ہوتا ہے
کوئی مکاں ہوتا ہے
ملنے کا پھر امکاں ہوتا ہے
بے ڈال کے پتے کسے اپنا دوست بنائیں
خزاں نے انہیں بے گھر کر دیا
ہواؤں نے کچھ سوچنے نہ دیا

آج جو سوچنے بیٹھے
تو رنگ زرد پڑ گیا
اور یوں ہی کسی کے قدموں تلے
چر مرا کر رہ گئے... بے ڈال کے پتے

☼ ☼ ☼

کبھی راضی تو کبھی مجھ سے خفا لگتی ہے
بتا اے زندگی! تو میری کیا لگتی ہے

وہ چھت پر نظریں جمائے سوچ رہی تھی کہ اس کی زندگی اتنی بے مقصد کیوں ہو گئی ہے' دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا' وہ ایسے اپنوں کے بیچ رہ رہی تھی جن میں اپنا پن بالکل نہیں تھا۔

پردے کے پیچھے سے جھانکتا سورج دیکھ کر وہ بیڈ سے اتری تھی۔ روشنی ہماری زندگی کے لیے بہت ضروری ہے' پر روشنی کی اہمیت کا احساس ہمیں اندھیرے کے بعد ہی ہوتا ہے۔ ایسے ہی جیسے کوئی ہماری زندگی سے چلا جائے تو ہمیں اس کی قدر محسوس ہونے لگتی ہے۔ اگر اندھیرا نہ ہوتا تو ہم روشنی کی قدر نہیں کرتے۔

اس نے کھڑکی کا پردہ ہٹایا تھا۔ لان کے پچھلے حصے میں ایکسرسائز کرتے وجدان کو دیکھ کر اسے خاصی حیرت ہوئی تھی۔

"شاید وہ روز ایکسرسائز کرتا ہو' پر اس کی نظر آج پڑی ہو۔" اس نے وجدان کو دیکھتے ہوئے سوچا تھا۔

اسے اپنے اور عمار کے بیچ فاصلہ تو سمجھ میں آتا تھا کہ وہ اتنے سالوں بعد اچانک سے آجانے والی بہن کو قبول نہیں کر پا رہا تھا' پر وجدان اور عمار تو شروع سے ساتھ رہتے تھے' پھر بھی ان کے بیچ اتنا فاصلہ کیوں تھا۔

وہ بے شک الگ الگ ماں سے تھے' پر وہ دونوں ایاز آفندی کے بیٹے تھے' بھائی تھے' پر ان دونوں کے بیچ صدیوں کا فاصلہ تھا۔ وہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

اسی لمحے وجدان نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ عہنا نے گھبرا کر پردہ چھوڑ دیا تھا اور وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

"پتا نہیں وہ میرے بارے میں کیا سوچ رہا ہو گا۔" اسے شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔

"میں کیوں شرمندہ ہو رہی ہوں۔ میرے دل میں تو کوئی چور نہیں ہے۔" اس نے خود کو سمجھایا تھا اور ناشتا کرنے چل دی تھی۔

"آپ کے لیے ناشتا لگاؤں؟" اسے سیڑھیوں سے اترتے دیکھ کر ملازمہ نے سوال کیا تھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ آج ناشتے کے لیے کوئی بھی نہیں آیا تھا۔ اسے حیرت ہوئی تھی۔ کچھ دیر بعد وجدان ڈائننگ ہال میں داخل ہوا تھا۔ ملازمہ اس کے لیے ناشتا لے آئی تھی۔

"رضیہ بوا! آج ماما اور عمار نہیں آئے۔" اس نے ملازمہ کو دیکھ کر سوال کیا تھا۔

"آج اتوار ہے بی بی جی' وہ دیر سے اٹھیں گے۔"

"اوہ... آج سنڈے ہے۔ میں بھی کتنی بھلکڑ ہوں۔" عہنا نے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا تھا۔

وجدان خاموشی سے ناشتا کر رہا تھا۔ اس نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا تھا اور پھر سے ناشتے میں مصروف ہو گیا تھا۔ ناشتے کے بعد وہ پھر سے اپنے کمرے میں آگئی تھی۔

لنچ پر گھر کے تمام افراد ہی موجود تھے۔ ایاز آفندی کل رات ہی بزنس ٹور سے واپس آئے تھے۔

"کل مسز انصاری کا فون آیا تھا۔" شہناز آفندی نے ایاز آفندی کو مخاطب کرتے ہوئے بتایا تھا۔

"اچھا کیا کہہ رہی تھیں۔"

"عہنا کا رشتہ مانگ رہی تھی اپنے بیٹے کے لیے۔"

عہنا کی ساری توجہ کھانے سے ہٹ کر شہناز آفندی کی جانب مبذول ہو گئی تھی۔

"پھر... کیا سوچا تم نے..." ایاز آفندی نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میں نے انکار کر دیا۔"

"فوراً" انکار کر دیا... سوچنے کا ٹائم لے لیتی۔ اچھی خاصی فیملی کا اچھا لڑکا تھا۔"

ایاز آفندی نے حیرت سے انہیں دیکھا تھا۔

"اچھا تو تھا۔ پر اب میں اپنی بیٹی کو خود سے دور نہیں کرنا چاہتی۔" شہناز آفندی نے محبت پاش نظروں سے عینا کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"عجیب بچوں والی بات کر رہی ہیں آپ۔۔۔ بیٹوں کو تو ایک نہ ایک دن جانا ہوتا ہے زمانے کی ریت ہے۔" ایاز آفندی مسکراتے ہوئے بولے تھے۔

"میں کچھ اور سوچ بیٹھی ہوں۔ ایسا عینا کی شادی بھی ہو جائے اور وہ مجھ سے دور بھی نہ جائے۔" عینا نے بے چینی سے انہیں دیکھا تھا۔ وہ جانے کیا سوچ بیٹھی تھیں۔

"کیا؟" ایاز آفندی نے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"میں عینا کی شادی وجدان سے کرنا چاہتی ہوں۔" وجدان کے ہاتھ سے چمچہ چھوٹ کر پلیٹ میں جا گرا تھا۔ عینا نے اپنی حیرت بھلائے اسے دیکھے تھا' وہاں حیرت و بے یقینی کے ساتھ ساتھ غم و غصے کے تاثرات تھے۔ وہ فوراً" اٹھا تھا اور کرسی کھسکا کر وہاں سے جانے لگا تھا۔

"دیکھا۔۔۔ دیکھا کتنا بدتمیز ہے یہ۔۔۔ میں اور میری بات کی یہ اہمیت ہے اس کے نزدیک۔" شہناز آفندی نے شکوہ کناں نظروں سے ایاز آفندی کو دیکھا تھا۔

"وجدان۔۔۔" ایاز آفندی نے وجدان کو پکارا تھا۔ وہ رک گیا تھا۔

"یہ کون سا طریقہ ہے کھانے کی ٹیبل سے اٹھ کر جانے کا۔" وہ غصے سے پوچھ رہے تھے۔ وجدان نے مڑتے ہوئے انہیں دیکھا تھا۔

"آئی ایم سوری۔۔۔ میں ان کی بات نہیں مان سکتا۔ میں مائرہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ فیصلہ کرنے والے تم کون ہوتے ہو۔۔۔ تمہاری شادی وہیں ہوں گی جہاں میں چاہوں گا۔"

"اگر میں وہاں نہ کرنا چاہوں تو۔۔۔؟"

"میں تمہیں اپنی جائیداد سے عاق کردوں گا۔" ایاز آفندی نے اٹل لہجے میں اپنا فیصلہ سنایا تھا۔

"اپنی محبت سے تو عاق کرچکے ہیں۔ اب جائیداد سے بھی عاق کردیں گے۔" وجدان کے لہجے میں دکھ نمایاں تھا۔ وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔ عینا بھی وہاں زیادہ دیر بیٹھ نہیں سکی تھی۔

"کیسے دو منٹ میں دو کوڑی کا کر کے رکھ دیا مجھے۔۔۔ میری بیٹی کا بھی دل توڑ دیا۔۔۔ کیا کمی ہے عینا میں۔۔۔" شہناز آفندی نے دکھی لہجے میں ایاز آفندی سے مخاطب تھیں۔

"تم فکر مت کرو۔ وہی ہوگا جو تم چاہتی ہو۔۔۔ میں بات کروں گا وجدان سے۔" ایاز آفندی نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا تھا۔

☼ ☼ ☼
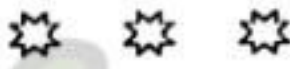
وجدان اب کھانے کی میز پر بھی نظر نہیں آتا تھا۔ عینا نے اندازہ لگایا تھا کہ آفندی انکل اور وجدان کے بیچ تلخ کلامی ہوئی ہے شاید۔۔۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ دوٹوک انداز میں ماما سے بات کرے گی۔ وجدان جب اس سے شادی نہیں کرنا چاہتا تو وہ لوگ کیوں زبردستی کر رہے ہیں اس کے ساتھ۔

وہ ان سے بات کرنے کے غرض سے ان کے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ ان کے کمرے کے دروازے کے قریب پہنچی ہی تھی کہ اندر سے آتی شہناز آفندی کی آواز سن کر اس کے قدم وہیں رک گئے تھے۔

"اب مزا آئے گا۔۔۔ وجدان بری طرح پھنس گیا ہے وہ جو بھی فیصلہ کرے گا اس سے مجھے ہی فائدہ ہوگا۔ وہ انکار کرے گا' تو آفندی اسے جائیداد سے عاق کردیں گے۔ اس گھر پر صرف میرا اور میرے بچوں کا راج ہوگا۔" عینا کو اس وقت وہ کسی ڈرامے کا سازشی کردار لگی تھیں۔ اسے بہت افسوس ہوا تھا' اس کا جی چاہا تھا وہ واپس مڑ جائے۔ پر اس نے خود میں ہمت پیدا کرتے ہوئے دروازہ بجایا تھا۔

"اچھا زیبی' میں کچھ دیر میں تمہیں کال بیک کرتی ہوں۔" شہناز آفندی نے کہہ کر فون بند کیا تھا۔

"کون ہے؟" عینا دروازہ کھول کر اندر آگئی تھی۔

"ارے عمنا۔۔۔ آؤ۔۔۔" عمنا کو دیکھ کر وہ مسکرائی تھیں۔

"مجھے آپ سے بات کرنی تھی۔"

"ہاں۔۔۔ کہو۔"

"مجھے وجدان سے شادی نہیں کرنی۔"

"کیوں۔۔۔؟"

"آپ کیوں اس کے ساتھ زبردستی کررہی ہیں۔ مجھے اس گھر پر راج نہیں کرنا۔"

"تم فکر مت کرو۔۔۔ کوئی زبردستی نہیں ہورہی اس کے ساتھ۔۔۔ ایاز اسے منالیں گے۔" انہوں نے اس کا دوسرا جملہ غور سے نہیں سنا تھا۔

"تم شادی سے انکار نہیں کروگی۔ تم ہمیشہ میرے پاس رہوگی اب۔۔۔ میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں بیٹا۔" شہناز آفندی نے پیار سے اس کا گال چھوتے ہوئے کہا تھا۔

"محبت۔۔۔" وہ حیرت سے انہیں دیکھے گئی تھی۔ یہ محبت تو ہرگز نہیں تھی۔ یہ تو سوتیلے بیٹے سے لیا جانے والا انتقام تھا شاید۔۔۔

احساس و مروت سے ناآشنا لوگ
عجیب لگتا ہے جب محبت کی بات کرتے ہیں

"مجھے ابھی بہت اہم میٹنگ میں جانا ہے' ہم پھر بات کریں گے۔" وہ اپنی دانست میں اسے مطمئن کرکے چلی گئی تھیں۔

اگر وجدان' مائرہ سے محبت کرتا ہے تو مائرہ بھی وجدان سے محبت کرتی ہوگی' تب ہی وہ اتنے دنوں سے یونی ورسٹی نہیں آرہی۔ نہ ہی اسے بلانے کے لیے پہلے کی طرح فون کرتی۔ وہ ٹہلتے ہوئے یہ ہی سوچ رہی تھی۔

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اس ساری سچویشن میں کیا کرے۔ اپنی ماں کے منہ پر کہہ دے کہ وہ اس کی اصلیت جان گئی ہے' وہ یہ سارا ڈراما بند کرے۔

پر نہیں وہ ایسا نہیں کرسکتی۔ وہ ایسا سوچتی تو اس کی ہمت جواب دے جاتی تھی۔ اسی لمحے اس کا فون بجا تھا۔ موبائل اسکرین پر مائرہ کا نام جگمگا رہا تھا۔

"ہیلو۔۔۔" اس نے فوراً" کال ریسیو کی تھی۔

"عمنا۔۔۔ پلیز اسے روکو۔۔۔ وہ خودکشی کررہا ہے۔" مائرہ کا گھبرایا ہوا پریشان لہجہ سن کر اسے کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔

"کون۔۔۔ کس کی بات کررہی ہو؟"

"و۔۔۔ جدان۔۔۔ اس کا فون آیا تھا۔۔۔ وہ کہہ رہا تھا وہ خود۔۔۔ کشی کررہا ہے۔" مائرہ رو رہی تھی۔

"تم۔۔۔ پلیز۔۔۔ اسے روکو۔۔۔ جاؤ' وہ کہیں وہ خود کو ختم نہ کرلے۔" عمنا فوراً" ہوش میں آئی تھی۔ اس نے فون بیڈ کی طرف اچھالا تھا اور تیزی سے کمرے سے نکل گئی تھی۔

"وجدان۔۔۔ وجدان۔۔۔" وہ اس کے کمرے کا دروازہ بجاتے ہوئے اسے آواز دے رہی تھی۔

جتنی دیر دروازہ نہیں کھلا تھا اسے یہ ہی خوف کھائے جارہا تھا' اگر وجدان مرگیا تو اس کی موت کی ذمہ دار وہ ہوگی۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھل گیا تھا۔

"کیوں آئی ہو یہاں؟" اس کے ہاتھ میں پکڑی پسٹل دیکھ کر عمنا دم بخود رہ گئی تھی۔ وہ واقعی خودکشی کرنے والا تھا۔

"تم خودکشی کررہے تھے۔۔۔ تم اتنی سی بات کے لیے حرام موت کو گلے لگانے جارہے تھے۔"

"اتنی سی بات۔۔۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"تم اور تمہاری ماں کے لیے یہ "اتنی سی بات" ہوسکتی ہے۔ تم بھی اپنی ماں جیسی ہونا۔۔۔ تمہاری ماں جب کوئی چیز پسند کرے تو اسے پانے کے لیے آخری حد تک جاسکتی ہے۔ اس نے میرے باپ کو پانے کے لیے میری ماں کو طلاق دلوادی تھی۔" عمنا کے لیے یہ انکشاف حیرت انگیز تھا۔

"تم بھی مجھے حاصل کرنے کے لیے ہر حد سے گزر جاؤ گی۔ تمہاری ماں نے میرے باپ کو میرے سامنے لا کھڑا کیا ہے' اسے یقین ہے' وہ کسی صورت نہیں ہارے گی۔ میری ہاں اور نہ دونوں میں ان کا فائدہ ہے۔ میں نہ تو اپنی محبت سے دستبردار ہوسکتا ہوں۔ نہ اپنے

باپ کی نفرت برداشت کر سکتا ہوں۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ مجھے تم سے محبت نہیں ہے۔ نہ ہی میں نے تمہیں پانے کی خواہش کی کبھی۔"

عمنا نے اس کی غلط فہمی دور کرنی چاہی تھی۔ عمنا کے دل میں اس کے لیے ہمدردی تو تھی، پر محبت نہیں تھی۔ ہمدردی اور محبت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ وجدان نے اسے بے یقینی سے دیکھا تھا۔

"پھر تمہاری ماں کیوں کر رہی ہے ایسا؟" وجدان نے پسٹل بیڈ پر پھینکتے ہوئے جھنجلا کر پوچھا تھا۔

"وہ ہمیشہ میرے ساتھ یوں ہی کرتی ہے۔ اس نے عمار کو مجھ سے دور کر دیا۔ اس نے میرے باپ کو مجھ سے دور کر دیا۔ بہت محبت کرتے تھے وہ مجھ سے۔ اب مہینوں تک مجھ سے بات نہیں کرتے اور تم سے شادی نہ کرنے کی صورت میں وہ مجھے گھر سے نکال دیں گی۔۔۔"

وہ ہمیشہ میرے ساتھ یوں ہی کرتی ہیں۔ میں نے بہت کوشش کی کہ ان کے دل سے اپنی نفرت ختم کر سکوں، پر۔۔۔ وہ رو پڑا تھا۔

عمنا کو اپنا آپ مجرم لگ رہا تھا۔ وہ سخت شرمندہ تھی۔ وہ شہناز آفندی کی بیٹی ہے۔ ایک ایسی عورت کی بیٹی جو اپنی ضد اور انا کا پرچم سربلند رکھنے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتی ہے۔

اس نے فوراً" ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے، وہ کم از کم اپنی ماں جیسی نہیں تھی۔ وہ تو دوسروں کی خوشیوں کے لیے اپنی خوشیاں تک قربان کرنے کا حوصلہ رکھتی تھی۔

"وجدان۔۔۔ میں یہاں سے جا رہی ہوں۔ میرا جانا تمہاری مشکلات ختم تو نہیں کرے گا، پر کسی حد تک کم ضرور کر دے گا۔" وجدان نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا، اس کی آنکھوں میں حیرت اور بے یقینی تھی۔

عمنا اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ اس نے گوہر کا نمبر ڈائل کیا تھا۔ تیسری بیل پر کال ریسیو کر لی گئی تھی۔

"ہیلو۔۔۔"

گوہر بھائی۔۔۔ کیا مجھے لینے آ سکتے ہیں؟" اس نے تعارف نہیں کروایا تھا، ایک مان تھا کہ گوہر پہچان لے گا۔ دوسری طرف خاموشی تھی۔ وہ خاموشی طویل ہوئی تھی۔ عمنا کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔

"سوری۔۔۔ شاید میں نے رانگ نمبر ملا دیا۔" عمنا کی آنکھیں بھر آئی تھیں، دل بری طرح ٹوٹ گیا تھا۔

"تم تیار ہو جاؤ۔۔۔ میں آ رہا ہوں۔" اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی گوہر بول پڑا تھا اور فوراً" کال ڈسکنکٹ کر دی تھی۔ عمنا بے یقینی سے موبائل کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، پر لب کھل اٹھے تھے۔

اس نے اٹھ کر اپنا سامان پیک کیا تھا اور شہناز آفندی کے نام خط لکھ کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔ وہ آج کسی پارٹی میں گئی ہوئی تھیں۔ رات دیر تک ان کی واپسی ہوئی تھی۔ اس نے ایک بار پھر کاغذ پر لکھی تحریر پڑھی تھی۔

السلام علیکم!

میں یہاں سے جا رہی ہوں ہمیشہ کے لیے۔

میں کسی کی خواہشوں اور حسرتوں کے مزار پر اپنے خوابوں کے محل تعمیر نہیں کر سکتی۔ ایسے محل پائیدار نہیں ہوتے۔ مزاروں سے نکلنے والی آہیں انہیں زیادہ دن ٹکنے نہیں دیں گی۔

مجھے اس گھر پر راج کرنے کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ راج گھروں پر نہیں کیا جاتا راج تو دلوں پر کیا جاتا ہے۔

آپ نے شطرنج کی جو بساط وجدان کے لیے بچھائی تھی کہ وہ جو بھی فیصلہ کرے گا فائدہ آپ کا ہو گا۔ اس نے ان دونوں راستوں کو چھوڑ کر تیسرا راستہ چوز کر لیا تھا۔ "خودکشی"

اگر وہ مر جاتا تو میں نہ آپ کو کبھی معاف کرتی نہ خود کو۔۔۔ مجھے یہ جان کر بہت شرمندگی ہوئی کہ آپ نے وجدان کی ماں کو طلاق دلوائی تھی۔ خیر وہ آپ کی ماضی میں کی گئی غلطی تھی۔ ضروری نہیں ہے کہ اگر ماضی میں ہم نے غلطیاں کی ہیں تو ہم حال میں بھی کریں۔

"ہم حال میں نیکی اور اچھائی کریں گے تو امید کی جاسکتی ہے کہ ہماری ماضی میں کی گئی غلطیاں معاف کردی جائیں گی۔" اگر معاف نہیں کریں گے تو بھول ضرور جائیں گے۔

خدا کے لیے وجدان کی شادی مائرہ سے کردیجیے گا۔ اسے اس کی مرضی سے اس کی زندگی گزارنے دیں اور اگر ہوسکے تو عمار کو ابھی سے کنٹرول کرلیں۔ وہ اسموکنگ کرنے لگا ہے۔ وہ آج اسموکنگ کررہا ہے' کل کو ڈرنک کرے گا۔ وہ عمر کے جس حصے میں ہے اسے پیسوں سے زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ پھرپانی سر سے گزر جائے۔

مجھے دوبارہ لینے مت آیئے گا۔ آپ کو مایوسی ہوگی میرے جواب سے۔ آپ کو برا لگا ہوگا نا۔ میں آپ کی بچھائی بساط الٹ کر جارہی ہوں۔ ہوسکے تو مجھے معاف کردیجیے گا۔

آپ کی بیٹی

عینا

☆ ☆ ☆

"عینا۔ عینا۔" گوہر نے اس کا بازو ہلاتے ہوئے اسے پکارا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ گئی تھی۔

"گھر۔ آگیا۔" عینا نے خوش ہوتے ہوئے کہا تھا اور گاڑی سے اتر گئی تھی۔ گوہر نے سامان اتارا تھا۔ گیٹ پھپھا نے کھولا تھا۔ عینا کو دیکھ کر انہیں خوش گوار حیرت ہوئی تھی۔

"گوہر تمہیں تو صبح آنا تھا نا؟"

"جی صبح کا پروگرام تھا' پر وہ عینا کا فون آگیا تھا' تو سوچا ابھی آجاتا ہوں۔"

"عینا۔" عینا پر نظر پڑتے ہی حیا خوشی سے چلائی تھی اور دوڑتے ہوئے اس کے گلے لگ گئی تھی۔

"عینا تم آگئیں۔" منال اتنی خوش تھی کہ اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ پھپھو سوچکی تھیں' پر اس کی آمد کا سن کر وہ بھی فوراً آگئی تھیں۔ "تم نے بہت اچھا کیا جو آگئیں' میں تمہیں بہت یاد کرتی تھی۔"

"ہاں۔ آپ لوگوں کو میں ذرا یاد نہیں آئی۔ ایک بار بھی فون نہیں کیا۔" عینا خود کو شکوہ کرنے سے روک نہیں پائی تھی۔

"ہائیں۔ ہم نے فون تک نہیں کیا۔" وہ حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں۔ جیسے اس کا یہ شکوہ ان کے لیے غیر متوقع ہو۔

"بس اب سوجاؤ' یہ سارے شکوے شکایات صبح کرلینا۔ عینا بھی تھک گئی ہوگی۔" پھپھو وہاں سے اٹھتے ہوئے بولی تھیں۔

"میں صبح تمہیں تفصیل سے بتاؤں گی کہ کیا کچھ ہوا ہے تمہارے بعد ابھی تم بھی سوجاؤ۔ صبح بات کریں گے۔" حیا سونے کے لیے لیٹ گئی تھی۔

عینا کو بھی نیند آرہی تھی۔ صبح کیا کچھ معلوم ہوگا۔ اس کا تجسس اپنی جگہ تھا' پر اسے اس وقت نیند آرہی تھی اس لیے وہ بھی سوگئی تھی۔

صبح حیا کی زبانی اسے معلوم ہوا کہ انہوں نے کئی مرتبہ فون کیا تھا۔ کبھی ملازمہ اٹھاتی' تو کبھی شہناز آفندی' وہ ہر مرتبہ یہ کہہ کر فون رکھ دیتیں کہ عینا بزی ہے اور اس وقت بات نہیں کرسکتی۔ بات یہیں تک نہیں تھی' بلکہ پھپھو نے گوہر کے ہاتھ اس کے لیے تحائف بھیجے تھے پر شہناز آفندی نے وہ بھی لوٹا دیے تھے کہ یہاں ان کی بیٹی کے پاس ہر چیز موجود ہے۔

"حیا۔ مجھے تو ملازمہ نے یا ماما نے کبھی بتایا ہی نہیں تمہارے فون کالز کا۔"

"مجھے تم پر اتنا غصہ آیا تھا۔ تم نے خود بھی ایک بار بھی فون نہیں کیا تھا۔ نہ ہی اپنا موبائل نمبر دیا۔" حیا نے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ تم لوگ شاید اب مجھ سے رابطہ رکھنا ہی نہیں چاہتے۔ تم لوگ میرے جانے پر شکر منا رہے ہوگے۔"

"تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہو۔ تمہیں ہم ایسے نظر آتے ہیں؟" حیا نے صدمے سے اسے دیکھا تھا۔

"ہم نے تو ممانی سے گوہر بھائی کے لیے تمہارا رشتہ

بھی مانگا۔ مت پوچھو کتنا بے عزت کیا انہوں نے۔۔۔ کہنے لگیں کہ ہماری نظر تمہارے گھر اور جائیداد پر ہے۔ ہم تم سے نہیں تمہارے پیسے سے محبت کرتے ہیں۔" حیا دکھ سے بتا رہی تھی۔ عینا ان انکشافات پر حیران پریشان تھی۔ اسے نہیں معلوم تھا یہ سب کب ہوا۔

"عینا ہم نے تو ہمیشہ تم سے محبت کی ہے۔ خدا کی قسم کبھی تمہارے گھر اور جائیداد پر نظر نہیں رکھی۔"

"تمہیں قسم کھانے کی ضرورت نہیں حیا۔۔۔ مجھے تمہارا یقین ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ سب کب ہوا۔۔۔ مجھے تو کسی بات کی خبر ہی نہیں ہوئی۔۔۔ ورنہ میں ایسا کبھی نہ ہونے دیتی۔ تمہاری محبت اور تمہارے خلوص پر تو مجھے کبھی بھی شک نہیں رہا۔ مجھے یہ یقین تھا کہ میں جب واپس جاؤں گی تو سب ویسے ہی ہوں گے، وہی حیا اور منال۔۔۔ اور وہی پھپھو، جو اپنی بیٹیوں سے بڑھ کر، مجھے چاہتی ہیں۔۔۔ تم لوگوں کا ظرف تو اتنا بڑا ہے کہ اتنا سب ہو جانے کے باوجود بھی میری آمد پر اتنا خوش ہو۔۔۔ میں ان محبتوں کا قرض کبھی نہیں چکا سکتی۔ کبھی بھی نہیں۔۔۔" عینا کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ بچپن سے ساتھ ہنسنے والی حیا اسے اکیلے رونے کیسے دے سکتی تھی۔ اسی لمحے منال کچن میں داخل ہوئی تھی۔

"تم لوگ یہاں اموشنل ڈراما کری ایٹ کیے بیٹھی ہو۔ گوہر بھائی کے لیے ناشتا کون بنائے گا۔ انہیں آفس سے دیر ہو رہی ہے۔" ان دونوں نے آنسو صاف کیے تھے۔

"ہاں بنا رہی ہوں۔" حیا نے ابلتے ہوئے پانی میں پتی اور چینی ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

"تم تیار نہیں ہوئیں اب تک۔۔۔" عینا نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔ "میں آج کالج نہیں جا رہی۔"

"کس خوشی میں۔۔۔؟" حیا نے غصے سے اسے دیکھا۔

"عینا کے آنے کی خوشی میں۔" منال نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ عینا کے ساتھ ساتھ منال بھی ہنس پڑی تھی۔ اس کے انداز پر۔۔۔

"حیا تم نے اسے وہ بات نہیں بتائی اب تک؟" منال نے حیا کو معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کون سی بات؟" عینا کو تجسس ہوا تھا۔

"ہے ایک بات۔۔۔ ان تمام دکھی باتوں کے بیچ ایک خوشی کی خبر۔۔۔" منال کی بات پر اس نے حیا کو دیکھا تھا۔

"خوشی کی خبر۔۔۔" اس کی آنکھیں چمکی تھیں۔

"جلدی بتاؤ۔۔۔" عینا نے بے چینی سے کہا تھا۔

"بتا دوں۔۔۔ ہائے اللہ میں مشرقی لڑکی۔۔۔ مجھے اپنے منہ سے ایسی باتیں بتاتے حیا آتی ہے۔" حیا نے دوپٹے کا پلو انگلی پر لپیٹتے ہوئے کمال اداکاری کی تھی۔ عینا اور منال دونوں ہنس پڑی تھیں۔

"اب بتا بھی دو۔" حیا کا ڈراما طویل ہوا تھا، عینا کو جھنجلاہٹ ہوئی تھی۔

"پھپھو یاد ہیں تمہیں، جن کے گھر ہم گئے تھے۔" حیا نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہاں وہ بھی یاد ہیں اور وہ کارنامے بھی یاد ہیں جو تم ان کے گھر کر کے آئی تھیں۔" عینا نے معنی خیزی سے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"وہ۔۔۔ انہوں نے۔۔۔" حیا بتاتے بتاتے رک گئی تھی۔ "منال تم بتاؤ۔۔۔ حیا کو اپنے منہ سے ایسی بات بتاتے حیا آتی ہے۔" حیا نے شرماتے ہوئے اپنے نام کا خوب صورت استعمال کیا تھا۔

"پھپھو نے شایان بھائی کے لیے حیا کا رشتہ مانگا تھا، ہم نے ہاں کر دی ہے۔ اب بہت جلد پھپھو منگنی کی رسم کرنے آئیں گی۔"

"ہائیں۔۔۔" عینا کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔

"ویسے ہے تو یہ خوشی کی خبر۔ پر مجھے شایان سے ہمدردی محسوس ہو رہی ہے۔" عینا نے شرارت سے کہا تو پراٹھے کے لیے پیڑا بناتی حیا نے کھا جانے والی

نظروں سے اسے دیکھا۔

"اس منال کی بچی نے تو میرا گھر بننے سے پہلے توڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی' اب تم بھی...."

"کیا کیا منال نے؟"

"اس نے اس معافی نامے میں لکھا تھا کہ مجھے نیند میں چلنے کی عادت ہے اور یہ ہی نہیں میں نیند میں بولتی بھی ہوں اور کھانا بھی کھاتی ہوں۔" حیا کی بات سن کر عمنا کو ہنسی آگئی تھی۔ اس نے سامنے کھڑی منال کو دیکھا تھا جو خجل سی ہوگئی تھی۔

"حیا اس وقت مجھے کیا پتا تھا کہ شایان سے تمہاری منگنی ہوگی.... یا پھپھو شایان کے لیے تمہارا رشتہ مانگیں گی۔ یقین کرو اگر مجھے ذرا بھی اندازہ ہوتا تو میں ایسا کبھی نہ کرتی۔" منال نے چہرے پر مسکینیت طاری کرتے ہوئے کہا تھا۔

"منال.... جلدی ناشتا لے آؤ' مجھے دیر ہو رہی ہے۔" جیسے ہی گوہر کی آواز آئی حیا کے ہاتھ تیزی سے چلنے لگے تھے۔

"لاؤ میں آملیٹ بناتی ہوں۔" عمنا نے آملیٹ کے لیے انڈا اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔ پراٹھے بناتی حیا نے مشکور نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

☼ ☼ ☼

"کھانا کھائیں گے۔" پھپھو اور حیا نماز پڑھ رہی تھیں۔ گوہر کو گھر میں داخل ہوتے دیکھ کر اس نے پوچھا تھا۔ گوہر نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا اور اوپر اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔

عمنا نے کھانا گرم کر کے ٹرے میں برتن رکھے اور سیڑھیاں چڑھتی ہوئی گوہر کے کمرے میں آئی تھی۔ گوہر شاید نہا رہا تھا۔ اس نے کھانا ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس کے کمرے کا جائزہ لیا۔ وہاں کچھ بھی نہیں بدلا تھا۔ بس بک شیلف میں کتابوں کی تعداد مزید بڑھ گئی تھی۔ وہ وہیں کھڑی گوہر کا انتظار کر رہی تھی۔ اسے اس سے معافی مانگنی تھی۔ شہناز آفندی نے جانے کیا کہا ہوگا

اسے۔ جب وہ پھپھو کے دیے تحائف لے کر آیا ہوگا۔

گوہر اسے یوں کھڑا دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا۔ اسے کھانا رکھ کر چلے جانا چاہیے تھا۔ وہ کیوں کھڑی تھی۔ اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"گوہر بھائی میں بہت شرمندہ ہوں.... مجھے نہیں پتا کہ اس دن ماما نے آپ کو کیا کچھ کہا ہوگا.... یقین کریں اگر مجھے...."

"اٹس اوکے.... مجھے اندازہ تھا کہ تمہیں نہیں معلوم ہوگا۔" گوہر نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا تھا۔ عینا کو خوشی ہوئی تھی کہ گوہر نے اس کے بارے میں ٹھیک اندازہ لگایا تھا۔ وہ کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوا تھا۔

وہ جانے کے لیے مڑی ہی تھی کہ گوہر نے اسے پکارا تھا۔ "عینا" وہ رک گئی تھی اور مڑ کر اسے دیکھا تھا۔

"تمہیں پتا چل گیا ہوگا کہ امی نے ممانی سے رشتے کی بات کی تھی۔" گوہر نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ اس کا لہجہ بہت عام سا تھا، پھر بھی عینا کو عجیب سا لگا تھا اس کی نظریں گوہر سے ہٹ کر سامنے ٹیبل پر ٹک گئی تھیں۔

"ہاں جی.... مجھے حیا نے بتایا تھا۔ یہ صرف پھپھو کی خواہش تھی یا...." اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔ اسے حیا نے جب سے یہ بات بتائی تھی وہ تب سے حیران تھی۔

"میں نے امی سے کہا تھا۔" وہ بہت سادہ سے لہجے میں اعتراف کر رہا تھا۔

عینا کو بہت حیرت ہوئی تھی۔ وہ اتنا عرصہ یہاں رہی تھی، پر اسے کبھی اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ گوہر اس کے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ وہ اسے ہمیشہ حیا اور منال کی طرح ٹریٹ کرتے تھے۔ اسے اس قدر حیران دیکھ کر اس کے لب مدھم سا مسکرائے تھے۔

"میں جانتا ہوں تمہیں خاصی حیرت ہو رہی ہوگی۔ یہ سب بالکل بھی اچانک نہیں ہے۔ میں اچانک تمہاری محبت میں مبتلا نہیں ہوا۔ مجھے شروع سے تم اچھی لگتی تھی۔ اظہار بھی اس لیے نہیں کیا کیونکہ میں بے وقت اظہار کا قائل نہیں ہوں۔ رشتوں کا تقدس اور ان کا احترام کرنا جانتا ہوں۔

میں تمہارا فیصلہ جاننا چاہتا ہوں، تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں؟ پھپھو منگنی کے ساتھ ہی شادی کی ڈیٹ فکس کرنا چاہتی ہیں اور امی چاہتی ہیں کہ حیا کے ساتھ ہی میری شادی بھی کردیں۔" عینا کو خاموش دیکھ کر اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پھر سے اپنا سوال دہرایا تھا۔

"تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں؟" عینا نے نفی میں سرہلایا اور فوراً کمرے سے نکل گئی تھی۔

اسے بھلا کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ گوہر تو گوہر نایاب تھا۔ وہ اگر محبت کرنا جانتا تھا تو اسے رشتوں کا احترام کرنا بھی آتا تھا۔ اسے اس تپتی دوپہر میں "بہار کی آمد" کا احساس ہوا تھا۔ "گرمی میں بہار" وہ ہنسی تھی۔

سیڑھیاں اترتے ہوئے اسے نیچے سے منال کی تیز آواز آرہی تھی۔ اس نے اندازہ لگایا تھا کہ وین خراب ہوگئی ہوگی۔ تب ہی اسے آنے میں اتنی دیر ہوگئی اور وہ ابھی ڈرائیور کی شان میں قصیدے پڑھ رہی ہوگی۔ وہ بے پناہ خوش تھی۔ حیا اور شایان کی شادی ہوجائے گی۔ منال کی شوخیاں اور شرارتیں.... محبت کرنے والے پھپھا اور پھپھی اور گوہر.... جو ہرگز بھی اظہار کے معاملے میں کنجوس نہیں.... بس بے وقت اظہار کا قائل نہیں ہے۔"

☆ ☆